

188497

211352 ۵۰۳۵ و ۶۵۴
۱۳۵۲ حسن نظامی
ح ن

بجای ۴ اگر زود کی بینا

OUP-391-29-4-72-10,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۵۱۵۰۳۵ Accession No. ۱۱۳۵۲

Author ج. ح. ن. ۱۳۵۲

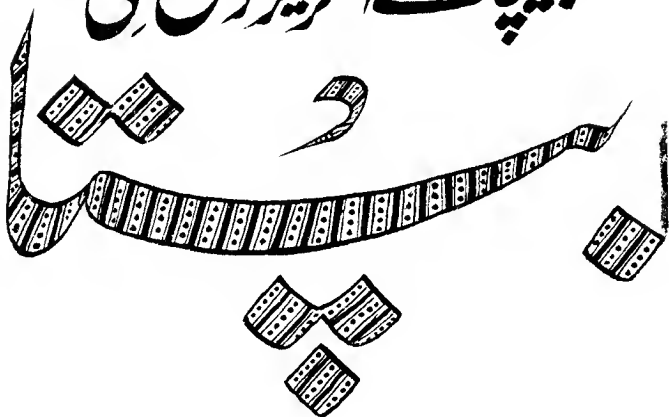
Title انگریزوں کی ہمت

This book should be returned on or before the date last marked below.

ہوا نکل

غدرِ دہلی کے افسانوں کا دوسرا حصہ

بیچاے انگریزوں کی



از حضرت خواجہ حسن نظامی مصوٰطرت دہلی

ماہ ۱۹۲۷ء میں

پانچویں بار

ابن عربی کا رکن جلقہ مشائخ دہلی نے شائع کی

عبدالعزیز دہلوی
مطبوعہ سنہ ۱۳۴۷ھ

قیمت ۹/-

طبع پنجم ہزار

حضرت مولانا خواجہ حسن نظامیؒ کی تصانیف

عذر دہلی کے افسانوں کا پہلا حصہ { یہ وہ مشہور کتاب ہے جس کو خواجہ صاحب کی ”سیکمت کے آئینہ“ تصنیفات میں ماشرپس یا اعلیٰ درجہ کی

تصنیف کہا جاتا ہے۔ ایک سو بہتر صفحہ کی کتاب ہے۔ لکھائی صاف ہے کاغذ اور چھپائی اعلیٰ درجہ کی، ٹائٹل یعنی سرورق نہایت خوبصورت اور رنگین ہے یعنی کئی رنگ میں چھپا گیا ہے۔ سات دفعہ چھپ چکی ہے۔ اس میں ۲۲۲ افسانے ہیں۔ قیمت ۵۰

عذر دہلی کے افسانوں کا تیسرا حصہ { اس میں ان خطوط کا ترجمہ شائع ہوا ہے جو انگریزی ”محاصرہ دہلی کے خطوط“ فوج کے افسروں نے دہلی کے محاصرہ کے وقت پنجاب کے انگریز افسروں کو بھیجے تھے۔ ان خطوط میں بعض نہایت دلچسپ اور مخفی اور تاریخی مراسلات بھی ہیں۔ صفحات ۳۲ صفحے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا۔ کل تیرہ مرتبے

اس کے اندر ہیں۔ از حضرت خواجہ صاحب۔ قیمت چار آنے (۴ ر)

عذر دہلی کے افسانوں کا چوتھا حصہ { یہ دسواں اسی صفحے کی کتاب ہے۔ لکھائی چھپائی بھی اچھی اور ”بہادر شاہ کا مقدمہ“ کاغذ بھی اچھا ہے۔ یہ عذر دہلی کے حالات میں نہایت دروزناک کتاب ہے۔ اس میں اُس مشہور مقدمہ کا حال ہے جو مغلوں کے آخری شہنشاہ اظفر

بہادر شاہ پر بالزام بغاوت چلایا گیا تھا اور جس کی پیشیاں مدت تک ہوتی رہیں، ہندو مسلمانوں کی گواہیاں ہوئیں خود بہادر شاہ کا بیان ہوا، اور دوران مقدمہ میں ایسے عجیب غریب راز منکشف ہوئے جن کا حال کسی کو معلوم نہیں تھا۔ غرض یہ کتاب شروع سے آخر تک واقعات کا تاریخی حسرتناک مرقع ہے اور اس واسطے ہاتھوں ہاتھ پک رہی ہے۔ قیمت دو روپے (۲۰)

ملنے کا پتہ: کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو۔ دہلی

غدر دہلی کے افسانے

حصہ دوم انگریزوں کی بیٹا

غدر ہونے سے تقریباً ایک مہینہ پہلے یکم اپریل ۱۸۵۷ء کو اکیل شہر اس مضمون کا جامع مسجد دہلی میں چسپاں کر دیا گیا تھا کہ ایسی کو دہلی لوٹی جائیگی اور بڑا کشت و خون ہوگا۔ مگر اس وقت حکام نے اس طرف کچھ توجہ نہیں کی اور جمہولی بات سمجھ کر ہنسی میں لے دیا گیا۔ شمالی و مغربی اضلاع کے اخبارات نے بھی اس کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اسکا اثر یہ ہوا کہ عام لوگ بھی بے فکر اور مطمئن ہو کر بیٹھے۔ یہاں تک کہ ایسی کا وہ خوفناک دن آگیا۔ اور صیر پٹ کے مفیدین کا ایک گروہ جمع کے وقت، بچے کشتیوں سے دریا کو عبور کر کے شہر میں داخل ہو گیا۔ ان مفیدہ پردازوں میں کچھ نیرت سوار اور کچھ ۲۰ اور ۱۱ ہندوستانی جھنڈ کے پیدل شریک تھے۔

سب سے پہلے ان مفیدین نے گھاٹ کے ٹھیکہ دار کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد پل کے ذریعہ شہر میں گھس پڑے اور پہلی پر ایک فرنگی کو جو راستے میں ان کو نظر آ گیا تھا مار ڈالا۔ دریا عبور کرنے کے بعد ملاجوں نے پل توڑ دیا۔ سوار گھوڑوں پر پار ہو کر دہلی دروازے کے راستہ سے انگوڑی باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ باغ قلعہ کے نیچے تھا اور یہاں بڑے صاحب یعنی ریزرڈنٹ رہتے تھے۔ یہ سوار اس غرض سے وہاں گئے تھے کہ ان کو قتل کر ڈالیں۔ اس عرصہ میں کووال کو خبر ہو گئی وہ بھاگتا ہوا اسمن سیریزر صاحب کے پاس گیا۔ اور اُن کو اس واقعہ کی خبر دی۔ صاحب موصوف نے فوراً حکم دیا کہ دفتر کے تمام کاغذات شہر میں لجاؤ اور خود ورنالی بندق بھر کر مفیدین کی طرف بنگھی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے تاکہ اس فتنہ کو کسی طرح

دبا میں مگر مفسدین ان کو دیکھتے ہی ان کی جان کے دشمن ہو گئے۔ غریب فریزر صاحب نے یہ رنگ دیکھا تو زبان بچانے کی ٹکریں کرنے لگے۔ اور بگھی سے کو دکر براہِ مشن بُرج قلعہ کے اندر جا کر اس کے دروازے بند کر دیئے۔ اسی اثنا میں صاحب موصوف نے ایک دو بلوائیوں کو گولیوں کا نشانہ بھی بنایا۔ مشن بُرج سے فریزر صاحب بگھی قلعہ کے لاہوری دروازہ پر گئے اور اس دروازہ کے دربان کو حکم دیا کہ یہ دروازہ بھی بند کر دو۔ اس کے بعد ایک مفسد نے آکر صوبہ دار سے کہا کہ دروازہ کھول دو۔ صوبہ دار نے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں میرٹھ کے رسالہ کا سوا ہوں صوبہ دار یہ سن کر تھوڑی دیر چُپ رہا۔ اس کے بعد کہا اور سپاہی کہاں ہیں۔ سپاہی نے جواب دیا کہ وہ سب انگوری باغ میں ہیں۔ صوبہ دار نے یہ سن کر اس سے کہا کہ جاؤ ان سب کو بلالو۔ وہ سپاہی چلا گیا۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو صوبہ دار نے دروازہ کھول دیا۔ اور سارے سپاہی قلعہ میں داخل ہو گئے۔ کپتان ڈگلز نے قلعہ دار اور فریزر صاحب نے صوبہ دار سے کہا کہ ایسی کھلی ہوئی دغا بازی مبنی تم سے امید نہ تھی۔ پھر کچھ سمجھانا چاہا۔ اور صوبہ دار سے کہا کہ سپاہیوں سے کہو کہ بند قلعہ میں کیونکہ قلعہ کے دروازہ پر ہمیشہ ایک گارڈ رہا کرتا تھا، اور وہ ان مفسدین کی روک تھام کیلئے کافی تھا۔ مگر صوبہ دار پہلے ہی برگشتہ اور فتنہ پردازوں کے ساتھ سازش میں شریک ہو چکا تھا۔ اس نے اس حکم کی بھی تعمیل نہ کی۔ بلکہ نہایت سخت کلاسی سے پیش آیا اور مغلط گامی دیکر کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ دونوں انگریزوں نے جب یہ رنگ دیکھا تو مجبوراً وہاں سے بھاگ گئے قلعہ کے اندر دہنی حصہ کی طرف آئے۔ دونوں غریب بھاگتے ہوئے آہی رہے تھے کہ راستہ میں مفسدوں کے سوار مل گئے ایک نے فریزر صاحب کے اور دوسرے نے کپتان ڈگلز کے پستول سر کیا جس سے دونوں زخمی ہوئے اور دیوار کے سہارے کھڑے ہو گئے، اس کے بعد ایک اور مفسد آیا اور تلوار کے وارے دونوں کے سر تن سے جدا کر دیئے۔ اس دردناک واقعہ کو

ایک صاحب نے دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے ان کا بیان ہے کہ جب فریزر صاحب گولی کھا کر زخمی ہوئے تو اسی حالت میں انہوں نے دو مفسدین کو ہلاک کر ڈالا۔ اور گنجی پر سوار ہو کر بھاگے۔ اگرچہ سخت زخم آیا تھا اور زخم سے خون جاری تھا مگر گنجی چلانے کی طافت باقی تھی یا یہ کہ جان کے خوف سے ہمت اپنا کام کر رہی تھی۔ اسی عرصہ میں کہ غریب زخموں سے چور اور دروے مجبور بھاگے چلے جا رہے تھے ایک مفسد آیا اور اس نے صاحب موصوف کے سائیس کو تلوار دیکر کہا کہ تو اس کو مار ڈال۔ وحشی سائیس نے تلوار دیکر صاحب کے ایسا ہاتھ مارا کہ صاحب موصوف کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ پھر کپتان ڈگلز کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد بلوائی دیوان عام کی طرف گئے وہاں دو معصوم مسیں تھیں ان کو بھی ان سنگدلوں نے نہ چھوڑا اور ہندوؤں کا نشانہ بنا دیا۔ وہاں سے نکل کر سیدھے دریا گنج کا رخ کیا اور یہاں آکر تمام مکانوں کو آگ لگا دی۔ یہ مکانات زیادہ تر انگریزوں کے تھے اس عرصہ میں ایک اور جہنمیت مفسد کی شہر میں گھس آئی اور آتے ہی شہر کے چٹوں اور شہدوں سے کہا کہ تم لوگ شہر کو خوب لوٹو ہمیں اس سامان غنیمت میں ہاتھ لگانا حرام ہے جو بلوائی دریا گنج کو جلا رہے تھے انہوں نے وہاں پانچ انگریزوں اور دو میموں کو اور مار ڈالا۔ باقی جس قدر عیال تھے وہ سب راجہ کش گدھ کی کوٹھی میں جا کر پناہ گیر ہوئے۔ جب دریا گنج جل کر بالکل خاک سیاہ ہو گیا تو وہاں سے مفسد بینک کی کوٹھی پر گئے۔ اس کو بھی آگ لگا کر جلا ڈالا، اور پانچ فرنگیوں کو جان سے ہلاک کر دیا۔ پھر وہاں سے کوٹوالی گئے اور بد معاشوں سے کہہ دیا کہ شہر کو لوٹو۔ کوٹوال خوف زدہ ہو کر کوٹوالی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور کوئی تدبیر غریب غریبا کے بچانے کی نہ کی۔ کوٹوالی سے سکتے صاحب مرحوم کی کوٹھی پر پہنچے مگر اسکو آگ نہیں لگائی۔ لیکن وہاں گرجا اور گرجے کے قرب وجوار میں جس قدر مکانات تھے سب میں آگ لگا دی اور جلا کر خاک کا ڈھیر کر دیا۔ اور جس قدر میموں اور فرنگی تھے سب کو مرنے نہنے پھونچوں کے قتل کر ڈالا اس کے بعد انہی مفسدوں میں سے پانچ سوار چھاؤنی پہنچے ان کے پیچھے ہی وہاں جس قدر

سپاہی تھے انہوں نے اپنے افسروں کے بنگلوں کو جلانا شروع کر دیا۔ اور جو فوجی نظر آیا فوراً نہایت بے رحمی و بے دروی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ باقی سوار میگزین کی طرف گئے۔ مگر قریب پہنچے ہی تھے کہ جس قدر سپاہی تھے وہ سب اور تقریباً ایک ہزار شہری آدمی میگزین کے پھٹنے سے اڑ گئے۔ خدا معلوم میگزین میں کیونکر آگ لگ گئی۔

اب یہاں چھاؤنی میں جس قدر سپاہ تھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ دو حصے تو مفسدوں کے ساتھ ملکر شہر کو لوٹنے میں مصروف ہو گئیں۔ اور دو حصے لال ڈگی کے قریب قلعہ کے سامنے ٹھہریں ان میں سے ایک گارڈ راجہ کشن گڈھ کی کوٹھی پر گیا۔ کیونکہ اس نے انگریزوں کو پناہ دی تھی چنانچہ اس کوٹھی میں تیس دن دمر واد و کچے بچے پناہ گزین تھے۔ اس گارڈ نے وہاں پہنچ کر کوٹھی میں آگ لگا دی جو ایک رات دن برابر جلتی رہی۔ دوسرے روز یہ مفسدین میگزین میں سے دو قوتیں اٹھالائے اور تمام دن اس پر گولہ باری کرتے رہے لیکن چونکہ تمام انگریزوں کو پناہ گزین تھے تہ خانہ میں چلے گئے تھے۔ اسلئے سب کے محفوظ رہے اور بچ گئے۔ اوکسی قسم کا اُن کو نقصان نہیں پہنچا۔ اس کے بعد مفسدوں نے تمام شہر کو لوٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ سکتر صاحب کی کوٹھی کو بھی شہر کے بد معاشوں نے خوب لوٹا، حالانکہ میرٹھ کے مفسدین نے اس کو اب تک ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

۱۳ مارچ کو مفسدوں نے پھر دوبارہ ان انگریزوں پر حملہ کیا جو راجہ کشن گڈھ کی کوٹھی میں چھپے ہوئے تھے لیکن اس انگریزوں نے بھی کوٹھی کے اندر سے گولیاں چلائی اور چاند مفسدین کو ہلاک کر ڈالا۔ مگر جب غریبوں کے پاس گولی باروت نہ رہی تو سوائے چار انگریزوں کے سب باہر نکل آئے اور لڑتے رہے۔ اس عرصہ میں لیجیڈ شاہی بھی وہاں پہنچ گئے۔ اور مفسدوں نے کہا کہ ان انگریزوں کو بھی دید۔ وہم ان کو حراست اور منجانبانی میں محفوظ رکھیں گے۔ مگر ان مفسدوں نے ایک نہ سنی اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔

مسٹر جارج سکتر صاحب اپنے بال بچوں سمیت قلعہ میں پناہ گیر تھے جاسوسوں نے

خبر دی کہ وہاں چھپے ہوئے ہیں، مفسد انہیں قلعہ سے کوتوالی میں پکڑ لائے اور یہاں انہیں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اور شفا خانہ کے ہندوستانی اور انگریز ڈاکٹروں کو شفا خانہ اور جیل خانہ کے اندر ہلاک کیا۔ ان بچاروں کی تین روز تک لاشیں بے گور و کفن پڑی رہیں۔ آخر چوتھے روز خود مفسدوں نے ان کو دریا میں پھینکوا دیا۔

مفسدوں کا بادشاہ سے تنخواہ کا مطالبہ

اب مفسدوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ یا تو دو مہینے کی تنخواہ دو دورہ ہمارا روزینہ مقرر کر دو یعنی رسد وغیرہ روزانہ دلوادیا کرو، بادشاہ نے شہر کے سب مہاجنوں کو بلا کر حکم دیا کہ اگر وہ سپاہ کی درخواست پوری نہ کرینگے تو سب اپنی جانوں سے اتنے دھڑکیں (غریب بادشاہ چونکہ خوبتے بیٹے عام شہر کی بادی اور قتل عام کو بچانے کی خاطر مہاجنوں کو حکم دیا ہوگا) مہاجنوں نے بادشاہ کی حضور میں عرض کیا کہ ہم ان کو بیس روز تک صرف دال روٹی کھلا سکتے ہیں اس سے زیادہ ہم میں مقدور نہیں مگر مفسدین اس پر راضی نہ ہوئے اور کہنے لگے ہم تو مارنے مرنے پر کمر باندھے بیٹھے ہیں، چند روز جو زندگی کے باقی میل ان میں ہی دال روٹی کھائیں۔ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا غرض کہ بادشاہ نے یہ سب باتیں سن کر پھر آنے پر یہی مقرر فرمادئے۔

اسکے بعد مفسدین نے شہر کی ناکہ بندی کر دی۔ اور ہر دروازہ پر دو دو توپیں چڑھا دیں اور ایک ہزار من باروت چھاؤنی کی میگزین سے اٹھالائے اور جس قدر گولہ باروت میگزین میں موجود تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ اس شور و شر اور فتنہ و فساد کی وجہ سے شہر میں سدانی بند ہو گئی اور تمام چیزیں گراں ہو گئیں۔

آٹا سیر گہوں آٹھ سیر ادبھی ڈیڑھ سیر کا بنے لگا۔ علیٰ ہذا القیاس تمام چیزیں ہنگی ہو گئیں دہلی کے گرد و فواح کے جس قدر دیہاتی تھے سب بٹھکڑے ہوئے اور لوٹ مار شروع کر دی۔ بادشاہ نے رنج و فساد کی غرض سے گوجروں کے چار پانچ گاؤں کو جلا دیا۔ مگر یہ آگ فرد نہ ہوئی بکتر حساب

کی یہ کوٹھی بلا سپور میں تھی وہ بھی لوٹ کی نذر ہو گئی۔

فسادیوں نے جب دہلی کو اچھی طرح لوٹ لیا تو دوسو سو اگڑ گاونہ کی طرف گئے اور وہاں بھی فتنہ و فساد لوٹ کھسوٹ اور آتش زنی کا بازار گرم کر دیا اور سرکاری خزانہ کو جس میں ۸ لاکھ ۸۴ ہزار روپیہ تھا لوٹ کر دہلی واپس گئے۔ اس وقت مفسدین کے پاس دہلی گڑ گاؤہ کے خزانوں کا ۲۱ لاکھ ۸۴ ہزار روپیہ نقد موجود تھا جو قلعہ شاہی اور مقدس سپاہ کی حراست میں رکھا گیا۔ اس وقت دہلی میں تین چھبیس موجود تھیں ایک تو میرٹھ کی اور دو خاص دہلی کے نیزہ سوار بھی موجود تھے باقی فسادی سپاہیوں کی فوج علی گڑھ اور آگرہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ شہر میں سب سے بڑا متمول تاجر کھنچمن چند تھا۔ مگر صرف اسی کی کوٹھی لوٹ و غارت سے بچی ہوئی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ روزانہ مفسدین کی دعوتیں کیا کرتا تھا۔

آپ بیتی کا پہلا فسانہ

ہندوستانی پیادوں کی اڑتیسویں رجمنٹ کا ایک افسر اپنی مصیبت کا حال اس طرح بیان کرتا ہے کہ اترایچ گو تریاڑھے دس بجے صبح کے میز نوکر بھاگتا ہوا میرے کمرے میں آیا اور نہایت گھبرلہٹ سے کہنے لگا کہ شہر میں بہت کھل بل پچ رہی ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں میرٹھ کی تمام ہندوستانی سپاہ دہلی پر قبضہ کرنے کے واسطے بڑھی چلی آ رہی ہے سب سے پہلے خبر فساد کی جو میں نے سنی وہ یہی تھی۔ چونکہ میرا بنگلہ چھاؤنی ہی میں تھا۔ اس لئے میں خیبر سنتے ہی انسان کیمبر صاحب اجیٹن ۳۸ رجمنٹ ہندوستانی کے بنگلہ کی طرف پیدل چل دیا وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ کمانڈنگ افسر اور کرنل نیوٹ صاحب دونوں موجود ہیں انہوں نے بھی میری خبر کی تصدیق کی اور کہا کہ ہندوستانی پیادوں کی ایک رجمنٹ نمبر ۴۵ مع توپوں کے شہر میں بھیجی گئی ہے۔ اور دو کمپنیاں نمبر ۳۸ و ۴۵ رجمنٹ کی پہاڑی پر جو شہر اور چھاؤنی کے درمیان واقع ہے قیام کرینگے یہ سپاہی ان رجمنٹوں کے کسی دوسری جگہ نہ بھیجے جائیں گے

لیکن اپنی چھاؤنی میں ہر وقت مسلح اور مستعد رہنا چاہیے جب میں کمانڈنگ افسر کے ہنگل سے واپس ہوا تو راستہ میں مجھ کو نکل صاحب ملے مگر ان سے صرف اسی قدر معلوم ہوا کہ میرٹھ کے مفسد سواروں میں قریب ڈیڑھ سو سواروں نے کشتیوں کے پُل پر قبضہ کر لیا ہے اور میرٹھ سے آتے ہوئے جو انگریز ان کو ملا اسکو قتل کر ڈالا۔

جب میں اپنے ہنگل پر پہنچ گیا تو تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں توپیں میرے ہنگل کے برابر سے شہر کی طرف جاتی ہوئی نظر آئیں تو مجھے اطمینان ہوا کہ فساد یوں کے شر و فساد کو روکنے اور رفع کرنے کے لیے رجسٹر نمبر ہم ہاوریہ دونوں توپیں کافی ہوں گی اور اس کے بعد جو واقعات ظاہر ہوئے ان کا تو مجھے شان گمان بھی نہ تھا لیکن میں نے یہ نظر احتیاط اپنا پانچ فیری طینچ بھر لیا اور حکم دیا کہ گاڑی کے گھوڑے تیار رکھو۔

دوپہر کے ۱۲ بجے کے قریب میرے نوکروں نے مجھ کو خبر دی کہ دریا گنج کی چھاؤنی جل رہی ہے اور میری رجسٹ کے صاحب جین اور کمانڈنگ افسر چھاؤنی کی طرف گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر میں بھی سوار ہو کر گیا اور دیکھا کہ سپاہیوں کو سامان جنگ تقسیم ہو رہا ہے وہاں سے میں اپنی کمپنی میں گیا اور سپاہیوں سے گفتگو کرنے لگا۔ وہ سب بظاہر نیک چلن معلوم ہوتے تھے۔ اور اس فساد سے سب نے لاعلمی ظاہر کی بلکہ بہت سے سپاہی کمر بندی سے ناخوش معلوم ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ابھی شہر کی مہفت روزہ قیناٹی سے واپس آئے ہیں ابھی اچھی طرح روٹی پانی سے بھی فائدہ نہیں ہوئے کہ پھر انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کے جواب میں میں نے ان سے کہا کہ غالباً تھوڑے عرصہ میں یہ فساد فرو ہو جائیگا پھر آرام کرنا۔ کیونکہ ایک رجسٹ اور دو توپیں فساد یوں کے منتشر کر دینے کے لیے روانہ کی جا چکی ہیں۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر ضرورت پڑے گی تو تم سب لڑو گے اور نکل کا حق ادا کرو گے جسکے جواب میں سپاہیوں نے کہا کہ ہم نے سرکار کمپنی کا نمک کھایا ہے اور ہم ہر طرح پر لڑنے مرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ ان میں سے ایک حوالدار زیادہ شور و غل مچا رہا تھا مگر نظر احتیاط صاف صاف یہ نہیں کہتا تھا کہ ہم مفسدوں سے

نہ لڑیں گے بلکہ یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی غنیمت راہبہ باجو آویگا تو اس سے لڑیں گے۔

تھوڑی دیر کے بعد دونوں کمپنیاں جنگا ذکر اوپر آچکا پڑھاڑی کی طرف روانہ ہوئیں کہ وہاں جا کر قیام کریں۔ روانگی کے وقت دونوں کمپنیوں کے سپاہیوں نے بہت شور و غل مچایا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو بہت خوشی ہے۔ ان کی کسی حرکت سے یہ شبہ نہ ہوتا تھا کہ وہ غنیمت خیال رکھتے ہیں میں سپاہیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کہ خبر پہنچی کہ رحمت منبری ۴۴ھ نے شہر میں داخل ہونے کے بعد لڑنے سے انکار کر دیا اور اپنے افسروں کو رسالہ سوم کے سواروں سے کٹوا دیا۔ اور ذرا بھی سپاہ مفسدہ نے مقابلہ نہ کیا جب نوبت یہاں تک پہنچی اور معاملہ اس قدر نازک ہو گیا تو سپاہ کو آراستگی وغیرہ کا حکم دیا گیا۔ کار توں تقسیم کیے گئے باجے والوں کو بھی بند و قیس اور لڑائی کا سامان دیا گیا۔ سب نے جہم کی تعمیل کی اور بند و قیس بھر کر لڑائی کیلئے تیار ہوئے۔ یہاں یہ ہو چکی تھی کہ نمبر ۴ رحمت کے کرنیل ریلی ڈولی میں آئے، زخموں سے ان کا بدن لہو لہان ہو رہا تھا جس نے خود اپنے کانوں سے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تجھ کو دوسری سپاہیوں نے سنگین زخمی کر دیا ہے اس کے بعد فوجی ڈاکٹر صاحب کی زبانی جو کیفیت معلوم ہوئی وہ اور زیادہ غم افزا اور دردناک تھی انہوں نے سپاہیوں کی ننداری اور اپنے افسروں کے قتل و خونریزی کا حال سنایا جس سے معلوم ہو گیا کہ رحمت نمبر ۴ مفسدوں کیساتھ شامل ہو گئی جب حالت اس قدر زندقہ ناک ہو گئی تو افسروں کے باہم مشورہ سے یہ طے پایا کہ جس قدر توپیں اور فوج باقی ہے وہ سب پہاڑی کے اوپر جا کر قیام کریں البتہ نمبر ۴ کی رحمت کشمیری دروازہ بھیجی گئی تاکہ وہاں پر جو گار دہے اسکی امداد کرے باقی کل فوج پہاڑی کے برج پر جا کر مقیم ہوئی اور دونوں توپیں اس طرح لگائیں کہ ان کی زد اس سے پر پڑتی تھی جو شہر کو جاتا تھا ۳ رحمت کے جو باقی ماندہ سپاہی تھے وہ برج مذکورہ کیسیسے ہاتھ کی طرف جمع کر دیے گئے جس قدر فرنگی عورتیں اور ان کے بچے وہاں تھے سب کربج کے اندر جمع ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد بہت سے شہر کے باشندے بھی آ گئے۔ اب ہر طرف ان انگریزوں کی جو شہر میں بہتے تھے قتل عام کی خبر پائی لگیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قدر فوجی میگزین نیز دوسرے مقامات پر متعین تھے سب سرکار کے کام سے انکار کر دیا یعنی لڑنے سے منع ہو گیا۔

جب فوج کی عذاری اور بغاوت کا یقین ہو گیا اور ہر طرف شرف داد و قتل عام کا بازار گرم ہونے لگا تو صاحب برکیدیہ نے شتر سوار کے ذریعہ سیرتھ کے حکام کو چھپی لکھی، اور قریب بڑے حکم دیا کہ بذریعہ تار سن دیکر خبر لیا کہ بھیجی جائے اسکے بعد افسر مذکور نے تمام سپاہیوں کو جمع کر کے اُن سے دریافت کیا کہ آخر تمہیں کیا عذر ہے اور تم کیا کہتے ہو، تو بعض سپاہیوں نے کار توں کا خذر کیا۔ سپر صاحب موصوف نے ان کو کھجایا اور یقین دلایا کہ سرکار کا رادہ یہ ہرگز نہیں کہ کوئی طرح تمہارے مذہب میں خلل ہے اور فوج کو ہرگز ایسے کار توں نہیں لینے جائینگے جن سے کسی قسم کا ان کے مذہب کے نقصان پہنچے۔ گفتگو کا سلسلہ جاری تھا اور افسر موصوف برابر فوج کو سمجھا رہے تھے۔ مگر فوج ترش رو ہو رہی تھی اور اپنی ناراضی کا اظہار کر رہی تھی اور ان کی طرف سے طعنان بھی ہوا تھا پہاڑی کے گرد اگر سب فوج جمع تھی، میں بھی ان کے پاس گیا۔ اور بیٹھکر ان سے باتیں کرنے لگا۔ سپاہیوں نے جب یہ خبر سنی کہ ۵۸ نمبر کی رجمنٹ کے تمام افسروں کو اسنے اپنے ہائی کوارٹر مار ڈالا تو انہوں نے بہت اظہارِ افسوس کیا اور کہا کہ ہم کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی، تب میں نے اپنے پوچھا کہ تم ہمارے ساتھ دو گے یا مجھے اور میرے بھائیوں بلکہ تمام انگریزوں کو اسے جاتے ہوئے دیکھو گے اس کے جواب میں اکثر سپاہیوں نے ایک نہ بان ہو کر کہا کہ جہاں ہمارا پسینہ گر گیا ہم اپنا خون بہانے کو تیار ہیں اور جب تک میں جیتا رہا مجھ سے نہایت ادب و لحاظ سے پیش آنے رہے۔

پہاڑی چونکہ بلند مقام پر تھی اس لیے ہم شہر کو چھپی طرح سے دیکھ سکتے تھے۔ اب شہر میں کئی جگہ آگ کے شعلے نظر آتے تھے۔ بغا ہر وہ سنبھالات انگریزوں کے معلوم ہوتے تھے اسی دھم میں میجر جن اڈر جسکو دیکھ کر تمام سپاہی اپنے اپنے بھتیجا بیکار اور شور و غل مچا کر اور بیہودہ اشارات کر کے دوڑ پڑے اس وقت ان کو مشکل تمام روکا۔ میں اس وقت افسروں کے ساتھ فوج کے بیچ میں تھا۔ اس وقت تک میں نے کوئی کلمہ فحش ان کی زبان سے نہیں سنا۔ البتہ صرف ایک سپاہی نے اتنا کہا کہ اب تمہارا لپٹا فی کمایا نہیں جاتا۔ میگزین کے اُڑنے سے قبل ایک گاڑی شہر آئی جس میں کپتان اسمتھ کپتان بروکسٹن ایڈورڈ اولفٹنٹ وافرلڈ صاحب کی لاشیں تھیں۔ یہ سب افسر رجمنٹ نمبر ۵۸ کے تھے۔

ان لاشوں پر سیوں کے کپڑے پٹے ہوئے تھے۔ جوان کی بکسی اور ظلمیت کا پتہ نہ رہے تھے۔
 برگیدہ صاحب نے وہ دونوں توپیں جو شہر میں روانہ کی گئی تھیں پھر واپس منگائیں مگر
 واپسی کے وقت ان سپاہیوں نے شرارت شروع کی جو توپوں کے ساتھ تھے اور بجائے پہاڑی پر آنے
 کے جہاں دوسری فوجیں پڑی ہوئی تھیں سیدھے چھاؤنی کا راستہ لیا۔ چھاؤنی کے راستہ میں کپتان صاحب
 کی جماعت کے تھوڑے سے سپاہی ملے جنہوں نے کپتان موصوف کو چھوڑ دیا تھا انہوں نے فوراً توپوں
 پر قبضہ کر لیا اور کپتان امین صاحب کمانیر اور سارجنٹ کو جو توپوں کے ہمراہ تھے (دبھڑ کر بھاگا
 دیا۔ یہ دونوں صاحب گولیوں کی بارش سے ہزار وقت جان بچا کر پہاڑی کے برج میں آ گئے
 میری دانست میں ان انگریزوں میں سے جو شہر میں فوج کے ساتھ گئے تھے صرف یہی دو
 صاحب تھے جو صحیح سلامت یہاں پہنچے تھے۔

مفسد سپاہی تو ہیں چھین کر شہر کی طرف جارہے تھے چونکہ پہاڑی پر سے سب نظر آتا تھا
 اس لیے کپتان ڈی ٹنٹر صاحب نے جو توپوں کو شہر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو وہ گھوڑے پر
 سوار ہو کر اس غرض سے گئے کہ ان کو پہاڑی پر واپس لادیں مگر مفسد سپاہیوں نے ان کو کتے جیسا
 دیکھا تو گولیوں کی بھرمار کر دی۔ چنانچہ صاحب موصوف کا گھوڑا زخمی ہوا اور صاحب موصوف
 خدا خدا کر کے بچے۔

فدائی جماعت جب شہر کے قریب پہنچی تو اتفاقاً ڈپٹی کلکٹر کرنجرا صاحب پران کی نظر
 پڑ گئی اور ان پر بھی گولیاں برسائی شروع کر دیں۔ مگر انہوں نے بھاگ کر جان بچائی۔

رفتہ رفتہ دن بھر میں بہت سامان جنگ برج میں جمع ہو گیا تھا اور ہکو قوی امید تھی کہ اگر
 توپچہ نہ بگڑ نہ گیا اور برابر کام دیتا رہا تو جب تک سیرٹھ سے کلک پہنچے ہم تمام انگریزوں اور سارجنٹ اور عیسائی سپاہ
 بروج میں پوری حفاظت کیساتھ دسکے میں مگر یہ نہ معلوم تھا کہ تقدیر میرٹھ میں کیا گل کھلا رہی ہے۔

دہلی سے خستی

لیکن جب ہر طرف سے امید جاتی رہی اور کوئی آسرا باقی نہ رہا تو ناچار تمام جنگی عہدہ داروں کے

مشورہ سے یہ رائے قرار پائی کہ میرٹھ چنا جائیے چنانچہ تمام سیم صاحبان اور وہ لوگ جو لڑنے کے قابل نہ تھے سب کو گنجیو، میں سوار کر کر وزیر آباد کے گھاٹ سے جو چھاؤنی سے قریب تھا جتنا پار اتار کر روانہ کر دیا۔ گنجیاں اور دونوں توپوں کو لیکر کپتان ڈی شستر صاحب آگے بڑھے اور پیدل فوج ان کے پیچھے چلی ہندوستانی سپاہی جس قدر ساتھ تھے سب کے سب نہایت بے دلی کیساتھ آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔

جب پہاڑی سے آئے تو ہم نے دیکھا کہ گنجیاں اور توپیں کرنال کے راستہ پر جاری ہیں اور وزیر آباد کے راستہ کو چھوڑ دیا ہیں۔ اپنے سپاہیوں کے ساتھ پیدل چل رہا تھا اس لیے کہ میرٹھ گھوڑا میرے ساتھ نہ تھا۔ میرے علاوہ بھی بہت سے افسیر میرے ساتھ پیدل تھے جب ہم اپنی لین کے قریب پہنچے تو تمام سپاہی خود سر ہو کر لین میں چلے گئے۔ چونکہ میرٹھ لگے ہی قریب تھا اس لیے میں بھی وہاں گیا اور گھوڑے کو تیار پا کر اس پر سوار ہو لین میں آیا اور سپاہیوں سے دریافت کیا کہ تم میرے ساتھ چلنے کے لیے راضی ہو۔ مگر سپاہیوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرٹھ ابھی ان کو زہر لگتا ہے۔ اس وقت تمام سپاہی چھوٹے چھوٹے گروہوں میں علیحدہ علیحدہ بیٹھے تھے۔ صرف ایک سپاہی بدلتین معلوم ہوتا تھا جس نے مجھ کو نہایت سخت و درشت اور خوش جواب دیا۔

اس کے بعد میں کرنال کی طرف چلا تا کہ گاڑیوں سے جا لوں، چنانچہ تھوڑی دور جا کر وہ دونوں توپیں جو گاڑیوں کے ساتھ تھیں مجھ کو دہلی کی طرف واپس ہوتے ہوئے ملیں واپس اس لیے آ رہی تھیں کہ گوکہ انہ اڑوں نے کرنال جانے سے انکار کر دیا تھا۔ مجھے راستہ میں بہت سے زخمی افسر ملے جو بے تحاشا کرنال کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ میں نے ان کو متفق اللفظ یہ کہتے ہوئے سنا کہ اب کچھ باقی نہیں اور کسی طرح کوئی امن کی جگہ ڈھونڈنی چاہیے۔

دوسرا افسانہ (۲)

جب دہلی کے اندر مفسدوں کے گھس آئے اور انگریزوں کے قتل کرنے عمارتوں کے جلاؤں سما کرنے نیز محبہول خانہ میر بکر کو ڈھا دینے کی خبریں چھاؤنی میں پہنچیں تو جنگی افسروں نے تمام فوج کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے ۴۵ نمبر کی جینٹ ہندوستانی پریڈوں کی تیار ہوئی کیونکہ شہر کے حکام سے قریب تھی۔ اس جینٹ میں سے چھ کمپنیاں کرنیل ریلی صاحب کے زیر حکم کشمیری دروازہ مفسدین کے روکنے کے لیے گئیں اور دو کمپنیاں میجر پرنس کے زیر حکم توپوں کے ساتھ جانے کے لیے کھڑی رہیں۔ کرنیل ریلی صاحب چونکہ فساد کی اہلی ماہیت سے واقف نہ تھے اور محض بازاروں کا بلوہ سمجھے ہوئے تھے اس لیے اپنی سپاہ کو خالی بندو قوں کے ساتھ لے گئے تھے۔ جنگیوں کے زور سے بازاری فساد یوں کو منتشر کر دیں گے مگر یہ فوج جب شہر کے قریب پہنچی تو اتفاقاً چند مفسد سوار نظر آئے اور انہوں نے آتے ہی افسروں پر حملہ کر دیا اور سپاہیوں سے کہا کہ ہم تم سے کچھ نہیں کہتے اور نہ مزاحمت کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ بجائے افسروں کو اس فساد کی اہمیت کی خبر نہ تھی اور وہ اسکو اس قدر سنگین نہ سمجھتے تھے اس لیے وہ سب فوج کے آگے تھے اس وجہ سے مفسدوں نے سب سے پہلے افسروں پر دھاکیا اور کاربائن گولیاں برسانی شروع کیں۔ کرنیل ریلی کے پہلے تو گولی لگی پھر مفسدوں نے تلواروں سے چور چور کر دیا۔ کرنیل موصوف کے علاوہ اور بھی دو تین عہدہ دار گولیوں سے زخمی ہوئے افسروں نے بہت کچھ سپاہیوں سے منت سماجت کی کہ ہم کو بچاؤ مگروں نے ایٹھ سنی۔ نہ بندوقیں بھریں نہ مفسدین سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ اس کے برعکس چند بد ذات اور دغا باز سپاہیوں نے کرنیل ریلی صاحب کو سنگین کے زخم پہنچا دیے۔

اس ہنگامہ میں کپتان دہلیس جوالیک، ہفتہ کے لیے شہر متعین کے گئے تھے پہنچ گئے انہوں نے اپنے گارڈ کو فیر کرنے کا حکم دیا مگر تبھی دیکھے کہ ان بد ذاتوں نے بھی صاف انکار کر دیا۔ حالانکہ صاحب موصوف نے ٹھکانہ بھی کہا منت سماجت اور نصیحت بھی کی مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ یہودہ اشارتاً

کرتے اور طعن آمیز فقرے کہتے رہے جب صاحب موصوف نے بہت خوشامد سے وجہ دریافت کی تو وہ فنا دیوں کے لہجہ میں کہنے لگے کہ صاحب ہم ان لوگوں کے لئے کچھ نہیں کر سکتے جنہوں نے ہمارے مذہب کے خراب کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا اور چاہتے تھے کہ ہندو مسلمان دونوں کے مذہب اور ان کی ذاتیں خراب ہو جائیں۔ غرض کہ اسی طرح کے غلط اسطو اور لغو ذہل الزامات سرکار پر لگاتے رہے اور آخر میں کہنے لگے کہ اب ہم اس کا بدلہ لیں گے۔ اس عرصہ میں پانچ افسر جن کا ذکر اوپر آچکا ہے مارے گئے۔ کئی زخمی ہوئے اور ایک سپاہی بھی زخمی ہوا۔

جب مقصدوں اور سرکش سپاہیوں نے دیکھا کہ سرکاری فوج نے ان کا مقابلہ نہیں کیا اور اپنے افسروں کے حکم کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا۔ تو وہ کشمیری دروازہ کی طرف چلے جہاں ایک چھوٹا سا مورچہ بنا ہوا تھا جس میں گارور ہا کر تھا کہ وہاں جا کر قبضہ کر لیں۔ مگر خوش نصیبی سے وہاں لفٹنٹ دلن صاحب کے زیر حکم دو کمپنیاں رجمنٹ نمبر ۵ کی اور ایک توپخانہ پہنچ گیا جس کی وجہ سے بد معاش مقصد بھر شہر کی طرف واپس لوٹ آئے۔

اس دغا بازی اور عین دقت پر دھوکہ دینے کی خبر قریب گیارہ بجے کے چھاؤنی پہنچی۔ جسکے سنتے ہی ہم، رجمنٹ کے ہندوستانی سپاہیوں کو جمع کیا گیا تو اس میں صرف ڈیڑھ سو آدمی موجود تھے باقی مختلف مقامات پر پہلے ہی سے تقسیم و تعینات ہو چکی تھی۔ ان ایک سو پچاس سپاہیوں کو مع دو توپوں کی کمک اور مدد کی غرض سے سیرامیٹ کے زیر حکم شہر کی طرف روانہ کیا گیا۔

ان سپاہیوں کی غداری اور نیک حرامی کی ایک اور حرکت دیکھئے کس قدر شرمناک اور حیا نوار۔ جب سپاہیوں کی غداری کی خبر معلوم ہوئی تو مدد نمبر کی رجمنٹ کا باقی حصہ اور ۵ نمبر کی رجمنٹ کے سپاہی پریڈ پر طلب کیے گئے۔ برگیدار صاحب نے ہر ایک کمان افسر سے کہا کہ وہ اپنے اپنے سپاہیوں کا ارادہ اور ان کے خیالات اس طرح سے دریافت کریں کہ ان کو بلا کر بطور خود الغیر ٹہنے کے لئے کہا جائے اگر وہ خود در خواست دیجر شامل فوج ہوں تو سمجھنا چاہیے کہ سرکاری خدمت بجالانے کے لئے تیار و آمادہ ہیں اور اگر خود در خواست نہ کریں تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ وفادار نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اور جب احکام تمام سپاہی پر پڑیں جمع ہو گئے، مگر ۳۰ نمبر کی جہنٹ کا ایک سپاہی بھی اپنی جگہ سے تل برابر نہ سرکا۔ البتہ ۴۰ نمبر کی جہنٹ کے سپاہیوں نے تعمیل حکم کی اور اپنی اپنی بند و قیں بھریں۔ اور شہر کی طرف رخ فساد اور انتظام کے لیے روانہ ہو گئے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں کشمیری دروازہ پر ہتھیار مگر چونکہ وقت گزر چکا تھا اس لیے ان کا دہاں جانا سیکار ہوا۔ کیونکہ مفسدین دہاں پہلے گئے تھے۔ اس لیے ان سے سوائے اسکے کوئی فائدہ نہ ہوا کہ وہ دہاں جا کر بٹھہر گئے۔

اب مفسدین کا کہیں پہ نشان نہ تھا اور نہ کسی نے بتلایا کہ کہاں گئے بہت ۴۰ نمبر کی جہنٹ کے سپاہی بھی غائب تھے صرف دو کمپنیاں زیر حکم سبجہر نیش دہاں موجود تھیں تھوڑی دیر کے بعد افسروں کی لاشیں گاڑی پر لائی گئیں جن کے اوپر ان کے عورتوں کے گون وغیرہ پڑے ہوئے رہا۔ حال سے ان کی بیکسی کا ماتم کر رہے تھے، جب ۴۰ نمبر کی جہنٹ شہر چلی گئی تو کپتان ڈی ٹنٹر مع دو توپوں کے پیچھے رہ گئے اور انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ جلدی سے آئے بڑھکراس وسیع مقام پر قبضہ کر لیں جبکہ ایک طرف پختہ سڑک تھی جو چھاؤنی کو جاتی تھی دوسری جانب پہاڑی کو راستہ جاتا تھا۔ چنانچہ بدقت تمام صاحب موصوف نے ۴۰ نمبر کی جہنٹ کو راستہ پر قبضہ کرنے اور اس کو گھیرنے کیلئے بھیجا۔ ان کی غرض یہ تھی کہ کپتان ڈی ٹنٹر صاحب کی توپوں پر قبضہ کر لیں۔

کپتان مذکور ہر خیز حکمت علی سے یہ چاہتے تھے کہ ان کی توپوں کے قریب سپاہی جمع نہ ہوں مگر پھر بھی دن بھر چار پانچ سپاہی گولہ اندازوں کے ارد گرد بھرتے رہے۔

قریب بارہ بجے دن کے پہاڑی پر کا برج انگریزوں، میموں اور دوسرے عیسائیوں بھر گیا اور اس قدر شور و غل مچا کہ کسی قسم کا انتظام وغیرہ ممکن ہی نہ تھا۔ کوئی شخص کسی طرح کی ہتھکڑیاں نہ لٹاتا تھا۔ اس وقت پر ایک جہنٹ نے خبر دی کہ انہوں نے ایک نئے نوازے سنایا کہ ۴۰ نمبر کی جہنٹ کے سپاہی کہتے ہیں کہ اگر توپ کی ایک آواز بھی ہوئی تو ۴۰ نمبر کی جہنٹ کے تمام سپاہی پھر جا دیں گے اور انگریزوں کو قتل کر ڈالیں گے۔

شام ہو رہی تھی، وقت گزر جاتا تھا، اور شہر میں ہر طرف آگ ہی آگ دکھائی دیتی تھی، تفریق شام کے

شہر میں ایک بڑے زوکی آواز ہوئی۔ یہ آواز میگزین کے اُڑنے کی تھی۔ سپاہیوں نے یہ دھماکا سنا تو بگڑ کر بولے کہ جرنیل یہ کیا بات ہے جو ہمارے آدمیوں کو اس طرح مارا جاتا ہے۔

کپتان ڈی ٹسٹر صاحب نے کچر شمیری دروازہ کی توپوں کے واپس لانے کا حکم دیا تھوڑی دیر کے بعد پھر حکم ہوا کہ میجر ایٹ صاحب ۴، نمبر کی حبسٹ کو واپس لا دیں چنانچہ تھوڑے عرصہ میں دونوں توپیں بڑے راستہ پر نظر آئیں۔ گویا چھاؤنی کی طرف جا رہی تھیں۔ کپتان ڈی ٹسٹر صاحب نے یہ دیکھ کر گل بجایا کہ وہ آکر پہاڑی پران کے ساتھ شامل ہوں گروہ نہ پھرے جب وہ نہ پھرے تو کپتان صاحب موصوف صاحب سے کہنا شروع کیا کہ شاید انہوں نے گل کی آواز نہیں سنی اتنی دیر میں توپیں ۴ نمبر کی حبسٹ کی ایک گروہ کے قریب جا چکی ہیں اور ان کے پیچھے ہی بندو قوں کے سر ہونے کی آواز آنے لگی اور توپیں شہر کی طرف مڑتی نظر آئیں۔ کپتان صاحب یہ دیکھتے ہی فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر توپوں کی طرف گئے کہ ان کو واپس لے آویں جب وہ قریب پہنچے تو حکم دیا کہ داہنی طرف ہو کر عہدی سے ہمارے پاس آ جاؤ۔ مگر جب صاحب موصوف قریب ہو گئے تو اکثر سپاہیوں نے بندو قیں ان کی طرف کیل درستوار چھویر کر دیئے جن میں سے تین تو خالی گئے اور تین گولیاں گھوڑے کے لگیں مگر اس میں اتنی قوت باقی تھی کہ اسے صاحب موصوف کو برنگ میں پناہ دیا بچ رہا تھا گھوڑا زمین پر گر کر مر گیا اور دونوں توپیں اور سپاہی شہر کی طرف چلے گئے۔

اس کے بعد جب لفٹننٹ ڈی لو بی صاحب بھی آ گئے تو میجر ایٹ صاحب نے ۴، نمبر کی ایک حبسٹ کو اس لئے روانہ کیا کہ وہ جا کر یہ خبر لائے کہ آیا میگزین کے اُڑنے سے جو راستہ ہو گیا ہے اس میں سے وہ پیش قدمی کرتے ہیں یا نہیں مگر وہاں مفسدین کی اچھی طرح خدمت ہو گئی تھی وہ اس قدر خوف زدہ ہو گئے تھے کہ سب کے سب ایک دم شہر کو فرار ہو گئے۔

اس وقت تین بجے ہو گئے اور کشمیری دروازہ میں مفسدین کا کوئی پتہ نشان نہ تھا۔ (اسرائیل) میں چھاؤنی سے حکم آیا کہ دونوں توپیں چھاؤنی کو واپس بھیج دی جائیں چنانچہ لفٹنٹ ایسیلیسی صاحب کے ہمراہ فوراً توپیں روانہ کر دی گئیں میجر ایٹ صاحب نے اب یہ ارادہ کیا کہ جو سپاہی گارڈ کی قیامگاہ میں پناہ گیر ہیں ان کو چھاؤنی روانہ کر دینا چاہیے چنانچہ حکم دیا کہ گاڑی تیار کی جائے۔ تھوڑے

عرصہ کے بعد وہی دونوں توہیں جو چھاؤنی بھیجی گئی تھیں کشمیری دروازہ پھر واپس آگئیں۔ مگر لغنت اور گولہ اندازان کے ساتھ نہ تھے۔ وراہوں نے آکر بیان کیا کہ گولہ انداز چھوڑ کر بھاگ گئے اور ہم بغیر ان کے چھاؤنی نہ جائینگے۔ آخر توہوں کے ساتھ تین تین چار چار سپاہی ملکر دروازہ کے اندر آئے۔ قریباً بیسے تین بجے کے برگیدیر صاحب حکم میجر ایسٹ صاحب کے نام اس مضمون کا آیا کہ جس قدر منبر ۴ کی رحمت کے سپاہی ان کے ہمراہ ہوں ان کو لیکر بہت جلد چھاؤنی پہنچ جائیں جب یہ حکم آیا تو میجر ٹرنس اور ڈپٹی کلکٹر صاحب نے کہا کہ اس وقت اس رحمت کا یہاں سے جانا مناسب نہیں کیونکہ جب تک ہاں ان کے قائم مقام سپاہی نہ ہوں اس کو چھوڑنا خشک نہیں مگر ڈپٹی کلکٹر صاحب کو دوسرا خوف تھا وہ ۴ منبر کی رحمت کا حال دیکھ چکے تھے اور ان کے اوصاف و اطوار شنبہ تھے میجر ایسٹ صاحب نے کہا کہ چونکہ حکم خاص طور سے میرے نام آیا ہوا ہے اس لیے میں اس کی تعمیل لازمی سمجھتا ہوں مگر ڈپٹی صاحب نے کہا کہ آپ تھوڑا سا توقف کریں میں خود چھاؤنی جا کر برگیدیر صاحب سے یہاں کی قیام کی ضرورت بیان کرتا ہوں اگر وہ مان گئے تو خیر ورنہ پھر حکم کی تعمیل کی جائیگی۔ چنانچہ یہ کہہ کر سوار ہو گئے توہیں پہلے ہی واپس آ چکی تھیں ڈپٹی کلکٹر صاحب ان سے کہا کہ اب تم ہاں کے ساتھ چلو اور چونکہ بہت سی عیسیں بھی موجود تھیں اور وہ گاڑی (بلیک ہیل) لی تھی جس کے لیے حکم دیا گیا تھا اس لیے توہنا کی ایک بیٹی خالی کر کے اس میں سب کو سوار کر دیا گیا۔ اور چھاؤنی روانہ کر دی گئی۔

اب ڈپٹی صاحب کو گئے ہوئے دیر ہو گئی تھی اس لیے میجر ایسٹ صاحب نے زیادہ توقف کرنا مناسب جانا۔ اس خیال کی تائید ایک حوالدار نے بھی کی اور بیان کیا کہ اس نے چھاؤنی کی طرف بندو قوں کی آدازیں سنی ہیں۔ اب یہاں زیادہ دیر لگانا کسی طرح مناسب نہیں۔ چنانچہ میجر صاحب نے فوج کی تیاری کا حکم دیا اور چل دیئے۔ قریب سو قدم دروازہ سے باہر ہوئے ہونگے کہ ۴ منبر کی رحمت کے سپاہی دروازہ کے اندر گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا اور وہیں بد معاش سپاہیوں نے افسروں پر جواب تک باہر نہ نکل سکے تھے گولیوں برساتی ہتھیاروں سے کر دیں۔ اس فریب اور دغا بازی کے صلہ میں ۴ منبر کی رحمت

کے کپتان کو ردوں صاحب سب سے پہلے مارے گئے ایک سپاہی نے پیچھے سے گولی ماری اور وہ فوراً مر گئے۔ ان کے بعد لفٹنٹ راجہ صاحب اس جہنم میں سخت زخمی ہوئے۔ مگر انہوں نے مرتے مرتے اپنی دونوں ہتھکڑیاں بند و دو ایک مفید ہلاک ہوئے انسان رولین متعلقہ ہم نمبر رولین نے سب یہ حال دیکھا تو وہاں سے بھاگے اور دیوار بچا کر خندق میں کود پڑے اور دوسری پٹری پر پڑ چکے۔ جنگل کے راسخ سے چھاؤنی کو روانہ ہو گئے صاحب موصوف کو راستہ میں میجر پرین ملے جو ہم، جہنم کے ساتھ دروازہ سے باہر نکل گئے تھے۔ یہ دونوں صاحب اب بھی کے قریب چھاؤنی میں پہنچے۔ میجر ایسٹ صاحب نے بند و توں کی آواز سنی تو اپنے سپاہیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ۳۸ نمبر کی جہنم کے سپاہی اپنے افسروں کو مار رہے ہیں یہ سنکر میجر صاحب نے حکم دیا کہ واپس چل کر عہدہ داروں کی مدد کر کسی نے حکم نہ مانا اور تمام خوشامد و چالوسی سب صاحب کی بیکار اور ضائع گئی۔ سپاہیوں نے کہا کہ یہی بہت ہے کہ ہم نے تم کو بچا لیا۔ ہم سے وہاں جا کر کچھ نہوگا بلکہ تمہیں بھی کھو بیٹھیں گے۔ یہ کہہ کر بہت سے سپاہی میجر صاحب کے گرد جمع ہو گئے اور زبردستی انکو چھاؤنی کے اندر دھکیل لے گئے معلوم ہوا کہ سپاہیوں نے نہایت بیدردی اور سیرجی کے ساتھ افسروں پر گولیاں برسائیں لفٹنٹ اسمتھ صاحب پہلے تو چار سپاہیوں کے ہاتھوں سے بشکل پچ گئے تھے مگر بعد میں گولیاں مارنے سپاہی کے ہاتھ سے مارے گئے واقعہ یہ ہے کہ تمام سپاہیوں نے اس شخص کو خاص طور سے اسمتھ صاحب کے قتل کرنے کی غرض سے مامور کیا تھا۔ اس لیے کہ صاحب موصوف نے اس سپاہی کو غفلت اور عدول حکمی کی بنا پر عہدہ سے گھٹا دیا تھا ان کے علاوہ لفٹنٹ اسبوری صاحب بھی زخمی ہوئے تھے اور فورٹ صاحب کی میم کے شانے پر گولی لگی تھی باقی جس قدر عہدہ دار اور عورتیں تھیں وہ دیوار پر پڑ چکے تھے ایسے ملحدوں نے فیر کرنے اور گولیاں چلائی موقوف کر دی تھیں۔ اب وہ خزانے لوٹنے کی غرض سے روانہ ہو گئے تھے مگر چلتے چلتے جس قدر توپیں تھیں سب کا منہ ان بکیوں کی طرف کر کے سر کر دیا مگر خدا کے فضل سے کسی کو نقصان اور گزند نہیں پہنچا۔ حالانکہ صرف چالیس گز کا فاصلہ تھا۔ جب ان غریبوں کو دم لینے کی فرصت

مٹی تو یہ سب خندق میں اُتر کر اوپر جا کر متکلف صاحب کی کوٹھی میں پہنچے وہاں خوبی تقدیر سے کھانا تیار تھا۔ پچاس دن بھر کی فاقہ کشی سے نڈھال ہو گئے تھے۔ بیٹہ کرکھنا کھایا۔ اگرچہ پیٹ بھر کر نصیب ہوا تھا۔ مگر دوسرے عہدہ داروں سے پھر بھی بہتر رہے کہ ان کو صبح سے کچھ نہ ملا تھا اور نہ آئندہ ملنے کی کوئی امید تھی۔

میں بھڑائیٹ صاحب شام کے قریب اپنے جہنٹ کے کوارٹر میں گئے وہاں ان کے
سپاہیوں نے صلاح مشورہ سے یہ طے کیا کہ اگر آپ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو بہتر ہے اور
نہایت عاجزی سے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں لیکن اگر وہ ۲۰ نمبر کی جہنٹ کے سپاہیوں نے لیا یا دیکھ لیا کہ
آپ یہاں چھپے ہوئے ہیں تو وہ آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور ہم سے کچھ نہ ہو سکیگا اور ہم آپ کو بچا سکیں گے۔ یہ کہہ کر کچھ
سپاہی گھوڑا لینے کے واسطے چھاڑنی گئے۔ اس عرصہ میں بہت سی گھڑیاں اور بگھیاں کرنل کی طرف جاتی اور بھاگتی
ہوئی نظر آئیں یہ دیکھ کر سپاہیوں نے کہا کہ وہ دیکھو بہت سے افسر اور ہم صاحبان کرنل جوار ہے ہیں آپ بھی
ان کے ساتھ چلے جائیے۔ مگر باوجود اسکے اس نے بہت گراگرا کر گرا کر روکنے کیلئے کہا مگر وہ شاید اس خیال سے
نہیں رہے کہ مبادا مفسدین چلے بہانے سے نہ نہہرائے ہوں مطلق نہ نہہرے۔

اس غصہ میں کپتان ہکی صاحب گھوڑے پر سوار آگے اور سحر صاحب کو اپنے پیچھے سوار کر کے لے چلے اور ان دونوں توپوں تک پہنچا دیا چونکہ لال کی طرف جا رہی تھیں۔ چنانچہ پہلے پر سحر صاحب بیٹھ گئے اور باتفاق اسٹیشن لائن صاحب چار میل تک گئے مگر وہاں سے آگے نہ جاسکے کیونکہ درمیانی نے جانے سے انکار کر دیا۔ اور ان دونوں انگریزوں کو راستہ میں اُتار دیا خوش قسمتی سے کپتان ڈبلیس صاحب بھی پر سوار وہاں آ موجود ہوئے اور دونوں صاحبوں کو اپنے ساتھ جھلا کر روانہ ہو گئے۔ دہلی سے جس قدر گاڑیاں اور بنگھیاں چوری چھپے سے جان بچا کر بھاگ نکلی تھیں جن میں بہت سے انگریز افسر و اہل کسب و معاش کے عیال و اطفال تھے سب کزنال پہنچ گئے۔ راستہ میں صرف ایک جگہ دہلی سے قریب چالیس میل فاصلہ پر پٹنہرے تھے۔ یہاں چونکہ ڈانک بنگھ تھا اس لیے کھانا کھانے کی غرض سے اُتر پڑے تھے۔ بہر حال یہ لوگ مع الخیر کزنال پہنچ گئے۔ مگر کرنیل بیوٹ اور ان کے ساتھ میں

جو بھاگ نکلے تھے وہ لوگ اللہ بچائے میدانوں میں سرگرداں بھوکریں کھا رہے تھے۔ آخر کار رسالہ سوم لفٹنٹ گف کے اور لفٹنٹ میگزین کے زیرِ حکم ادھر آچکا اور اس نے ان کو حفاظت میں لے لیا اس گروہ میں جو ٹیمیک رہا تھا کرنل نیوٹ لفٹنٹ پر وکٹر لفٹنٹ میکروہم جرنل کے اور لفٹنٹ دلن توپخانہ کے اور لفٹنٹ سالکیڈ صاحب انجینئر لفٹنٹ دال ہارٹ ۴۵ جرنل کے لفٹنٹ جے فورٹ میگزین دال مع اپنی میم اور تین لڑکیوں کے اور فریڑ صاحب کی میم شامل تھیں یہ تمام لوگ کوہن تالی ایک شخص کے بہت شکرگزار ہیں جو ہر چند پور میں رہتے ہیں اور دیوس صاحب کے رشتہ دار ہیں جنکو شہر کی بیگم نے اپنا لڑکا قرار دیا تھا کوہن صاحب نے ان سب صاحبوں کی بڑی مہاں نوازی کی اور اپنی حفاظت میں رکھا۔

۱۲ مئی دو بجے کے قریب ذیل کے اصحاب باغیت پہنچے جہاں اس قصبہ کے نمبردار نے ان سب لوگوں کی سیر مہانداری کی ان کے علاوہ بھی جو انگریز اس طرف آچکا اس کی خاطر قلعہ میں کوئی کسر اٹھانیں نہ کی، باغیت میں ان لوگوں نے کھانا کھایا اور میرٹھ کی طرف روانہ ہو گئے اور آفتاب کے غروب ہوتے ہوئے میرٹھ پہنچ گئے۔ اس گروہ میں یہ لوگ شامل تھے۔

کپتان دلن مع میم کپتان ہاکی اور انسٹن ملہن متعلقہ ۴۵ جرنل ہندوستانی کپتان دی شتر مع اپنی بیوی اور مس بیچنس صاحبہ اور مرنی صاحب کلکٹر کشمیر مع اپنی والدہ اور بیلی صاحب مع اپنے اہل واطفال کے۔

ایک اور گروہ جس میں لفٹنٹ ہوزیل اینڈ چیکٹن اور لفٹنٹ ریز صاحب مع ایکلو صاحب ولفٹنٹ ڈیولی صاحب تھے ان کا کہیں پتہ نشان نہ لگا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتیوں کے ساتھ بھاگ گئے۔ لفٹنٹ ڈیولی، لفٹنٹ فورسٹ اور لفٹنٹ ریز صاحب نیز دوسرے انگریزوں نے میگزین کے بچانے اور حفاظت میں نہایت بہادری اور شجاعت سے کام لیا مگر چونکہ کچھ لوگ میگزین کے اندر تھے اور وہ بھی سخت و غلاباز تھے۔ نیز بابر مسدین کا بہت مجمع ہو گیا تھا اس لیے اب اس کی حفاظت ممکن نہ تھی اس لیے میگزین کو آگ لگا دی اور اڑا دیا۔ اس ہنگامہ میں چند انگریز بھاگ

نکلے تھے۔ منجھان کے ایک لفٹنٹ فورسٹ صاحب تھے اور ان ہی کی چٹھی سے میگزین کی محافظت کا مال معلوم ہوا جو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

میگزین اڑنے کا فسانہ

اسی صبح سات آٹھ بجے کے درمیان سرہتی اؤفلس شگاف صاحب میرے مکان پر آئے اور کہا کہ میگزین میں چکر دو تو میں نکلوا کر پل پہنچ دو تاکہ مسندین دریا کو عبور نہ کر سکیں میں ان کے ہمراہ میگزین آیا یہاں لفٹنٹ ڈیولہ لفٹنٹ ریز مع کنڈکٹر کھلی صاحب شاہلی صاحب اور ایکٹنگ سب کنڈکٹر کراؤ صاحب اور سارجنٹ ایڈورڈ صاحب اور سٹوارٹ صاحب من اپنے ہندوستانی عملہ کے موجود تھے۔ سرہتی اؤفلس اپنی گنجی سے اترے اور میں اور لفٹنٹ ڈیولہ صاحب ان کے ساتھ برج پر گئے جو دینا کی طرف تھا یہاں سے پل صاف نظر آتا تھا رہاں پہنچ کر دیکھا تو مفید پل سے عبور کر رہے تھے۔

یہ حال دیکھ کر سرہتی اؤفلس شگاف صاحب لفٹنٹ ڈیولہ صاحب کو ساتھ لیکر شہر بیاہ کا دروازہ دیکھنے گئے کہ وہ بند کروایا گیا ہے یا نہیں چنانچہ تمام دروازے کھلے ہوئے تھے اور مفید نہایت خوش و خرم قلعہ کے دروازوں میں داخل ہو رہے تھے اور بادشاہی مکانات تک پہنچ گئے تھے جب لفٹنٹ ڈیولہ واپس آئے تو انہوں نے میگزین کے دروازے بند کر ان میں تین لگوادیے دروازہ کے اندر دو توپیں چھپنی کی دو چند گراب بھڑا کر ایکٹنگ سب کنڈکٹر صاحب اور سارجنٹ اسٹوارٹ صاحب کے زیر اہتمام رکھوا دی گئیں اور ان صاحبوں کو بتایا دیکر حکم دیدیا گیا کہ اگر مفیدین دروازہ کے اندر داخل ہوں تو دونوں توپیں سرکردی جائیں میگزین کا بڑا دروازہ بھی اسی طرح دو توپوں سے مضبوط و مستحکم کر دیا گیا اور دروازہ کے اندر گھوم بچانے گئے نہ نظر اٹھا تو حفاظت دو توپیں اور اس طرح پر قائم کر دی گئیں کہ ان کو نہ دروازہ اور برب تک پہنچا تھا اسکے علاوہ دروازہ اور دفتر سامان کے درمیان استہجائے ان دونوں استوں پر تین تین چھپنی اور

ہم اپنی کاغذی اس طرح نصب کر دیا کہ جدم چاہیں گھاگر قرب و جوار کے مکانات کی حفاظت کر سکیں جب غبارہ اور توہیں قائم کر دی گئیں تو ان سب میں دو چند گراب چھوڑے بغیر داؤنے گئے غرض کہ تمام ممکن حفاظت کا سامان اچھی طرح کر کے ہندوستان میں حملہ کو ہتھیار تقسیم کیے جانے لگے مگر ان لوگوں نے نہایت ناخوشی سے لیے مگر کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ ان لوگوں کے چہرہ پر نہیں پائی جاتی تھی اسکے بعد کنڈاکٹر بکلی صاحب اور سارنبت اسٹوارٹ صاحب نے ایک شتابہ لگایا۔ انکو یہ حکم تھا کہ جب لفٹنٹ دیولی صاحب کے حکم سے کنڈاکٹر بکلی صاحب اپنی ٹوپی سر سے اٹھائیں اسی وقت شتابہ میں آگ دیدو چنانچہ صاحب موصوف نے یہ شتابہ اڑایا مگر اس وقت جبکہ ایک ایک گولہ غبارہ کا چل چکا تھا۔ اتنے عرصہ میں قلعہ سے گارڈ آیا اور میگنیز پرشہ دہلی کے نام سے قبضہ طلب کیا مگر کچھ جواب اور سے نہ دیا گیا۔ اسکے بعد میگنیز کے گارڈ کے موبہ دو لفٹنٹ دیولی صاحب کو اطلاع دی گئی کہ شاہ دہلی نے مفسدین کو کھلا بھیجا ہے کہ ہم زمینہ بھیجتے ہیں تاکہ تم لوگ میگنیز کی دیواروں پر چڑھ جاؤ۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں زمینہ آگیا اور اسکو لگا کر تمام ہندوستانی حملہ دیواروں پر چڑھ کر باہر آگیا مفسدین بے انتہا کثرت سے آگئے۔ ہمارے پاس جب تک گولہ بارود رہا خوب مقابلہ کرتے رہے۔ چنانچہ مفسدین کا بہت نقصان ہوا۔ مگر چونکہ وہ بہت کثرت سے تھے اور رنجک کے توڑ دان ہندوستانی سپاہی مفسدین میں سے پہلے چھپا کر کہ گئے تھے اس لیے مجبوراً میگنیز اڑا دینا پڑا۔

ہندوستانی حملہ میں سے جیم کش نامی ایک شخص مفسدین کے گرد سے ملا ہوا تھا وہ میگنیز کے دروازوں کا دربان تھا یہ شخص باہر مفسدین کو اندر کا حال بتلا دیا کہ تاحمدیہ بار بار اندر آتا جاتا تھا اور حبال کھدیتا تھا لفٹنٹ دیولی صاحب اس شخص کی ناشائستہ حرکات سے اس قدر تنگ اور عاجز آ گئے تھے کہ مجبوراً حکم دیدیا تھا کہ گریہ اس مرتبہ چہرہ پر جائے تو گولی مار دو۔

لفٹنٹ ریز صاحب نے دوسرے انگریزوں کے ساتھ میگنیز کی حفاظت کے لیے ہام ممکن تدابیر کر ڈالیں کنڈاکٹر بکلی صاحب نے جس قدر توہیں تعین کم از کم چار دفعہ سرکس اور اس مضبوطی اور اوسان کی درستی کے ساتھ انہوں نے اپنا فرض انجام دیا گویا پریٹ پر کام انجام لے رہے ہیں لاکھ

مفسدین جو ۴۰ یا ۵۰ گز کے فاصلہ پر تھے ہر طرف سے گولیوں کی بارش کر رہے تھے جب گولہ بارود ختم ہو گیا اس وقت کندکٹر صاحب کے کہنی سے ذرا اوپر ایک گولی آ کر لگی جو بعد میں نکال لی گئی۔ اس کے بعد دو گولیاں میرے بھی لگیں۔ اس جنگ اور ہنگامہ کے بعد لفٹنٹ ڈیوٹی صاحب نے میگزین کے اڑا دینے کا حکم دیا جس کی تعمیل کندکٹر شکل صاحب نے فوراً کی تمام شاہوں کو آگ لگا دی اگرچہ کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جس کو کچھ آسیب و گزند پہنچا ہو لیکن جان سے بچ گئے اور ان راستوں سے جو میگزین کے اڑنے سے اس کی دیواروں میں بن گئے تھے دریا کی طرف باہر آ گئے۔

ڈیوٹی اور میں جان سلامت لیکن گنمیری دروازہ تک پہنچے میں نہیں کہہ سکتا کہ اوروں کے ساتھ کیا ہوا۔ لفٹنٹ ریز صاحب اور کندکٹر شکل صاحب جان سلامت بچا لائے۔ ساجنٹ موہل صاحب میگزین کی حفاظت و اعانت کے لیے آ رہے تھے کہ مفسدوں نے راستہ ہی میں انہیں مار ڈالا۔ اس حادثہ کے متعلق ۴۵ نمبر کی جرنل کے ایک اور انفر کی جھنجھی بھی ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

۱۱ مئی سینچر کے روز دہلی کی تمام فوج کو پریٹ کرنے اور رسالہ سوم کے کورٹ مارشل کی تجویز سننے کے لیے حکم صادر ہوا۔ چنانچہ سب فوج پریٹ پر جمع ہوئی اور پریٹ کرنے کے بعد دستوں اپنی اپنی جھانڈی میں چلے گئے۔ قریب نو بجے کے کرئیل۔ ہلی صاحب اپر لے تاکہ اپنی جرنل اور دو توپیں دریا کے پل پر لے جائیں اور رسالہ سوم کے مفسدین کو دریا عبور کرنے سے روکیں چنانچہ گوروں کی تمام جرنل فوراً حکم پاتے ہی باہر آئی اور دست میں تیار ہو کر بخوشی تمام روانہ ہو گئی جب میں پریٹ پر پہنچا تو کرئیل صاحب نے مجھ کو حکم دیکر اپنی کپتانی ہنم نیز اول کو لیکر امداد کو بخاندہ میں جا کر ان دونوں توپوں کے ساتھ رہو جو روانہ ہوئی ہیں چو کہ کپتان دی ٹنٹر صاحب جنگل راستہ میں تھا اس لیے میں ان کے پاس گیا اور ان سے توپوں کی روانگی کے متعلق دریافت کیا۔ صاحب مدد دے نے کہا کہ ابھی تیار ہوتی ہیں، تم صدر بازار میں ان کا انتظار کرو دونوں توپیں وہیں پہنچیں گی۔ میں ان کے حکم کے مطابق صدر بازار میں جا کر ٹھہر گیا مجھے وہاں پہنچے ہوئے آدھے گھنٹہ کے قریب گزر گیا مگر توپوں کا اب تک کوئی نہ نشان نہ تھا عاجز و ناچار ہو کر میں نے لفٹنٹ والی مارت صاحب سے کہا آپ جا کر دریافت کریں کہ توپوں کے

آنے میں کیوں اس قدر دیر ہوئی اور میں اپنی کمپنیاں لیکر شہر کی طرف جا رہا ہوں تاکہ وقت بیکار نہ جائے
 لفٹننٹ والی مارٹ جس وقت پہنچے تو میں باہر آ رہی تھیں اور میرے پاس اس وقت پہنچیں جب میں نصف
 راستہ سے زیادہ طے کر چکا تھا جب میں گارو سے سو گز کے قریب پہنچا تو کپتان ول میں صاحب متعلقہ
 ۴۸، جھنٹ کے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ جلد چلو کیونکہ مفسد وہاں پہنچ گئے تھے اور ان پر بنٹوں
 نے ۴۸ نمبر کی جھنٹ کے تمام افسروں کو قتل کر ڈالا تھا یہ سن کر میں نے حکم دیا کہ دونوں تو میں اور سب
 بند و قیں بھری جائیں اس عرصہ میں میں نے دیکھا کہ کرنل صاحب مجروح اور خستہ حال یہ سب صاحب
 کی امداد میں ایک پالکی پر سوار چلے آ رہے ہیں، چونکہ میری دونوں کمپنیوں نے بند و قیں بھری تھیں
 اس لیے میں ان کو لیکر مفسدین کی تلاش میں نکلا اور مقام گارو میں آیا مگر اس وقت وہاں کوئی مفسد
 نہ تھا اور نہ ۴۸ جھنٹ کی مشتم کمپنی کا کوئی سپاہی مجھ سے پہلے وہاں موجود نہ تھا۔ یہ حال دیکھ کر میں
 نے دونوں تو میں شہر کے دروازہ پر لگا دیں اور جا بجا پھرے مقرر کر دیے۔ اس جگہ میں یہ بیان کر دینا بھی
 ضروری خیال کرتا ہوں کہ کپتان ول میں صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ جو گارو پہرہ میں تھا جس میں پچاس سپاہی ۴۸ نمبر
 کی جھنٹ کے تھے چھ ٹوکے کے حاملہ پر کھڑے کرنل ریڈی صاحب کے مجروح اور زخمی ہونے کا متنازعہ دیکھتے
 رہے اور کسی نے امداد نہ دی۔ حالانکہ کپتان ول میں صاحب نے بہت کچھ ترغیب دی مگر ٹس سے مس
 تک نہ ہوئے خود کرنل ریڈی صاحب کا بیان ہے کہ مجھ کو خود میری ہی جھنٹ کے سپاہی نے سنگین
 سے مجروح کیا ہی ڈاکٹر اسٹوارٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے صاحب موصوف کو مفسدین کے سواروں
 کے خوشامد سے اچھوڑتے دیکھا تھا سپریمو ان غمازوں نے مفسدین کے دیکھے افسروں کو قتل و غارت ہونے سے بچایا۔
 غرض جب کوئی مفسد نظر نہ آیا تو ہم نے افسروں کی لاشوں کو تلاش کرنا شروع کیا چنانچہ ان کو
 جا بجا میدانوں میں اور گر جاگھر کے قریب اور اسکے متصل مکانات کے ارد گرد پالا چنا پھرب لاشوں کو
 گارو کے مکان کے صحن میں جمع کیا جن افسروں کی لاشیں تلاش سے مل گئیں انکے نام حسب ذیل ہیں۔
 کپتان ہتھ صاحب کپتان روس صاحب لفٹنٹ ایڈورڈ صاحب وائس فیلڈ صاحب
 ڈاکٹر ووجنگ صاحب لفٹنٹ بلر صاحب۔ ان کے علاوہ لفٹنٹ اسبورن صاحب انسان بلو صاحب

بھاگ گئے تھے بعد میں ہمارے پاس صحیح سلامت آگئے ان میں سے نصرت پٹیل صاحب کے ایک سخت زخم سر پر لگا تھا۔ جو ان کے بیان کے موافق شہر والوں نے مارا تھا۔ اب شہر والوں نے اگرچہ گھر اور انگریزوں کی کونٹیوں کو خوب لوٹا شتر مرغ کیا یہیں مشکل گزار تک جان سلامت لیکر پہنچیں لیکن ان تمام امور کے باوجود شہر میں اس وقت سب طرح امن امان تھا۔ اس کے بعد میگزین کی طرف سے توپوں کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ میں یہ بیان کرنا بھول گیا کہ دوڑ کے بعد ۴۰ منٹ کی رجمنٹ زیر حکم سیحرا بٹ صاحب کی تھی اسکے ایک گھنٹہ کے بعد میگزین کے اُڑنے کی آواز آئی لیکن ہم کو یہ نہ معلوم ہوا کہ میگزین کس نے اڑایا اور کیونکر اڑا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد نصرت دیوی صاحب جو میگزین سے بھاگ کر ہمارے پاس آئے تھے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اور سارے جنٹوں نے جتنے المقدور بچایا اور جب تک اس کا بچنا ممکن تھا میں نے اسے نہیں اڑایا۔ مگر جب شاہ دہلی کے بیٹے ہوئے جنگی زینے آگئے اور مفسدین اندک پہنچ گئے اور خلائی وغیرہ بھی ہم سے متحرک ہو کر مفسدین سے مل گئے تو ناچار ہم نے اس کو اڑا دیا ہم نہیں جانتے کہ اس میں کس قدر آدمی مرے مگر بیشک بکھر بھاگ نکلا ہوں۔ صاحب موصوف کے چہرے سے بھی ظاہر ہوتا تھا کہ اگر فضل الہی شامل حال نہ ہوتا تو ان کا بچنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ بارود کے مدد سے تمام چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔

اس روز تمام دن بریگیڈیر صاحب کا کوئی حکم ہمارے پاس نہ آیا۔ حالانکہ ہم نے کئی مرتبہ ان کے پاس آدمی بھیجے کہ وہ کوئی حکم ہکودیں مگر ایک مرتبہ بھی صاحب موصوف اور بریگیڈیر صاحب صاحب اوپر دیکھتے تک نہ آئے کہ کیا ہوا ہے۔ حالانکہ ان کا یہاں آنا بہت ضروری تھا۔ البتہ صاحب موصوف نے دو عدد توپیں ہماری امداد کے واسطے بھیجی تھیں۔ مگر بعد میں پھر واپس منگالیں۔ ۸۰ نمبر رجمنٹ کے ڈاکٹر دو صاحب کو ایک توپچانہ کے ایک سپاہی نے سخت زخمی کر ڈالا۔ ان کے چہرہ پر شدید زخم آئے تھے ڈاکٹر صاحب موصوف گارو میں علاج کے واسطے آئے تھے اور اب واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کو زخمی کر دیا گیا۔

شام کے پانچ بجے کے قریب ایک حکم اس مضمون کا آیا کہ ایک رجمنٹ ۴۰ نمبر کی سپاہیوں کی
صاحب کی کمان میں تھی پہاڑی پر جہاں ۳۸ نمبر کی رجمنٹ پہلے سے تیار کھڑی ہے فوراً آجادیے
سپاہی تیار ہو کر کوچ کے منتظر کھڑے تھے کہ دفعہ ۳۸ نمبر کی رجمنٹ کے بعض سپاہیوں نے انہوں
پر جوہن میں موجود تھے گولیاں مارنی شروع کر دیں میں اتفاقاً کشمیر پر دروازہ کے قریب تھا۔ میں نے
دیکھا کہ ایک انفر زخمی ہو کر زمین پر گر گیا۔ اتنے میں میری رجمنٹ کے ایک سپاہی نے میرے شانہ پر
ہاتھ رکھ کر جھکو دروازہ کے باہر زور سے دھکا دیکر نکال دیا اور یہ کہا کہ اگر ایک لمحہ بھی یہاں
ٹھہر گئے تو تم بھی اسی طرح مارے جاؤ گے جوہن میں باہر آیا کہ ایک سپاہی ۴۰ نمبر کی رجمنٹ کا
میرے ساتھ ہو گیا۔ ہننے سپاہی کو ساتھ لیکر راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے سے پہاڑی کے برج کی راہ لی وہاں
پہنچ کر بگنڈیر صاحب اور دوسرے انگریزوں سے سب حال بیان کیا گیا۔ یہاں چھاؤنی میں بہت سی سپاہیں
اور اکثر عہدہ دار موجود تھے۔ یہ حال سن کر سب کے بھاگنے کا ارادہ ہوا تو آدمیوں کا اثر دھم کاڑھی گئی
اور پالکی گاڑیوں کی کثرت اور آدمیوں کی پریشانی قابل دید تھی۔ یہ سب کرنال کی طرف روانہ ہوئے
مگر جب اس مقام پر پہنچیں جہاں سے ایک استہ میرٹھ کی طرف جاتا تھا تو چند سواریاں میرٹھ کی طرف
روانہ ہو گئیں مجھے اس سے پہلے یہ بیان کر دینا چاہیے کہ قریب گیارہ بجے کہ ۴۰ نمبر رجمنٹ کی
لائٹ کمپنی کا ایک سپاہی میرے پاس آیا اور اس نے بیان کیا کہ جھکو رجمنٹ والوں نے اس
پاس بھیجا کہ آپ ان کو جہاں کا حکم دیں وہ وہاں جائیں میں یہ سن کر متعجب ہوا اور میں نے
دریافت کیا کہ رجمنٹ کہاں ہے اُس نے کہا کہ سبزی منڈی میں ہیں اس نے اس سے پوچھا کہ رجمنٹ
وہاں کس لیے اور کیونکر گئی، اس نے جواب دیا کہ جس وقت مفیدین انہوں پر چڑھ گیا تو تمام سپاہی متفرق
ہو کر بھاگ گئے اور اب تمام شہر میں پھر پھر کر سبزی منڈی میں جمع ہوئے ہیں یہ سن کر میں حکم دیا کہ
سب میرے پاس چلے آویں چنانچہ وہ گیا اور سب سپاہی حسب حکم مع نشان جھنڈہ وغیرہ کے حاضر ہو گئے۔
اسکے بعد حوالدار میر نے آکر کہا کہ تم لوگ رسالہ سوم کے سواروں کے ہمراہ تھے اور ان کے
لوگوں کو شامل ہونے کی ترغیب دیتے تھے مگر سپاہی نے اس سے انکار کیا۔ یہاں تک تو چشم دید حال

میں نے بیان کیے مگر جب میں گارڈ سے چلا آیا تو اس کے بعد کچھ واقعات ظاہر ہوئے وہ ایک جمہا کی چٹھی سے نقل کیا جاتا ہے جو وہاں موجود تھے اور دوسرے انگریزوں کے ساتھ بھاگے تھے۔

۴۴ جمہٹ کے سپاہیوں نے جب اپنے ہی افسروں پر گولیاں برساتی شروع کیں تو تمام افسر ایک ہو کر بھاگنے لگے۔ گارڈ کے کمرہ کے اندر بھی بھاگ کر پناہ لے گئے۔ مگر جب تک بھاگیں بھاگیں تھیں افسر یعنی کپتان گارڈ صاحب لفٹنٹ اسمتھ صاحب اور لفٹنٹ ریلوے صاحب مارے گئے اور لفٹنٹ اسیرن صاحب کے ایک گولی ٹانگ میں آ کر گئی مگر یہ سب کے ساتھ مقام مذکور میں کسی طرح پہنچ گئے اور زخم کو باندھ بوندھ کر خندق میں کود پڑے اور خندق کی تہ تک پہنچ گئے۔ دوسرے انگریز بھی کوہنے کے لیے تیار تھے کہ عورتوں اور بچوں کی گریہ و زاری اور رڈ نے دھونے کی آواز آئی۔ یہ سب ہمیں گارڈ کے کمرہ کے اندر موجود تھیں۔ یہ سب انگریز کمرہ کے اندر داخل ہوئے حالانکہ گولیوں کی ان پر بارش ہو رہی تھی مگر ان لوگوں نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور سب عورتوں کو ایک ایک کر کے رومالوں کو باندھ کر اس کے ذریعہ خندق میں نیچے اتار دیا اور خود بھی اتر گئے۔ اسی وقت دوسری طرف کی دیوار پر چڑھ کر انہیں رومالوں کے ذریعہ پھر سب عورتوں کو کھینچ لیا وہاں سے سب کے سب دریا کی طرف روانہ ہو گئے مگر ہر قدم پر خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں مفسد نہ آجائیں اور ہم کو مار ڈالیں مگر خدا کا شکر ہے کہ مفسدین نے ان کا پیچھا نہیں کیا بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ اس وقت بھی گولیاں نہیں چلائیں جب یہ سب عورتیں اور مرد خندق میں اتر رہے تھے۔ حالانکہ اس اترنے پر چڑھنے میں آدھ گھنٹہ صرف ہوا ہوگا۔ مگر ہنک یہ سب انگریز اور ان کی عورتیں دریا کے پار پہنچیں اور وہاں سے بے انتہا سرگردانی اور فائدہ کشی کے بعد ایک دیہات میں پہنچے جو دہلی سے بارہ میل پر واقع ہے یہاں کے نمبر دار نے ان لوگوں سے اقرار کر لیا تھا کہ وہ ایک چٹھی میرٹھ روانہ کر دے گا چنانچہ میرٹھ سے تیسرے دن کچھ فوج آئی اور اس قافلہ کو اپنی حفاظت میں میرٹھ لے گئی۔ لفٹنٹ ٹیلر صاحب اور انانٹن انبلو صاحب بھی بھاگے تھے مگر وہ کسی گاؤں میں مارے گئے۔ انگریزوں کے قتل و غارت کے بعد مفسدین نے ایک شاہزادہ کو تخت پر بٹھایا اور

اپنا چوکی پہرہ سب دروازے پر بٹھا دیا قلعہ کے چاروں طرف تو یہیں چڑھا دی گئیں خزانہ بھی قلعہ ہی میں رکھا گیا کیونکہ مفسدین کا ارادہ تھا کہ اگر انگریز ہم پر حملہ کرینگے تو اس مقام کو وہ آخروم تک نہ چھوڑیں گے۔

مفسدین نے صرف انگریزوں ہی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ شہر والوں کے ساتھ بھی وہ ظلم کئے کلاناں اکفیظ، دہلی شہر ہمیشہ سے دولت مند مشہور ہے مفسدین خوب جانتے تھے اسی لیے خوب چمکھوڑا کر لے لیا۔ ایک ہندوستانی جو اس درمیان یعنی ۳۱ مئی سے ۲۲ جون تک دہلی میں تھا شہر کی کیفیت اس طرح بیان کرتا ہے کہ مفسدوں نے شہر کے باشندوں کا ایک گھوڑا بھی نہیں چھوڑا سب جبین لے گئے اکثر دوکانداروں کو محض اس قصور پر جان سے مار ڈالا کہ وہ واجبی قیمت مانگتے تھے۔ بزرگوں سے بدزبانی سے پیش آئے، دریا کے پل پر جو گارو مقرر تھا اسے ہر ایک مسافر لوٹ لیا۔ جس روز سے شہر میں داخل ہوا اور جب تک رہا میں نے کبھی پورا بازار کھلا ہوا نہیں دیکھا۔ صرف دو چار بنے بقالوں کی دوکانیں معمولی ساز و سامان کی کھلا کرتی تھیں۔ شہر کے باشندے اور دوکاندار سب ہی انہوں سے بے رحمی سے سبیل حریف کی حالت فاقہ کشی تک پہنچ گئی تھی۔ بیوہ عورتیں بچوں میں بیٹھی رویا کرتی تھیں اور صبح سے شام تک مفسدین کو بد و عدا دیا کرتی تھیں۔ انگریزوں کے نامی اور مشہور ملازموں نے گھر سے نکلنا موقوف کر دیا تھا۔

ہر روز ایک نیا کو توال مقرر ہوتا تھا۔ مفسدوں کو شہر میں جہاں نقد روپیہ نظر آتا فوراً لوٹ لیتے تھے۔ یہ سب روپیہ ابھی تک سپاہیوں کے قبضہ میں تھا اور خزانہ شاہی میں ایک حبہ اقل نہیں ہوا تھا۔ بعض رجمنٹوں کے پاس اس قدر روپیہ جمع ہو گیا تھا کہ وہ بمشکل حرکت کر سکتے تھے۔ چنانچہ بوجھ کی وجہ سے انہوں نے روپیہ کی مہریں بدلوا لیں۔ مہاجنوں نے مہر کا نرخ اس قدر بڑھا دیا تھا کہ جو مہر سولہ روپے کی در کی تھی اُس کے چوبیس اور پچیس روپے کر دیے جس طرح پہلے سپاہیوں نے مہاجنوں کو لوٹا تھا اسی طرح اب مہاجن سپاہیوں کو لوٹنے لگے یہاں تک لوٹا کہ کہ طلائی اشرفیوں کی بجائے پیتلی اشرفیاں فروخت کیں۔

جس جہنٹ کے ہاتھ کچھ لوٹ نہیں لگی وہ دولت مند سپاہیوں پر رشک کرتے تھے اور چونکہ متمول سپاہی میدان جنگ میں نہ جاتے تھے اس بہانے سے مفلس سپاہی ان کو بہت سخت دسست کہتے تھے بلکہ میں نے سنا کہ دولت مند اور غریب سپاہیوں میں لڑائی ہوئی والی ہے۔

ایک جہنٹ علی گڑھ سے ایک سو چاس سوار میں پوسی سے تھوڑے بے سلاح سپاہی آگرہ سے ایک جہنٹ اور دو سوار ہانسی حصار سے تھوڑے بے سلاح سپاہی انبالہ سے دو سو سوار اور دو کمپنی متھرا سے ششم رسالہ لائٹ اور دو جہنٹ جالندھر سے دو جہنٹ اور توپخانہ نصیر آباد سے میرے سامنے دہلی میں داخل ہوئیں اور مفسدین کے ساتھ شامل ہو گئیں۔

مرادنگر، رُہنک، علی گڑھ، ہانسی، متھرا، گدھی، ہر سرد، ترسیلی ان مقامات کے سرکاری خزانوں کو مفسدین نے لوٹ لیا اور شاہی خزانہ میں داخل کر دیا۔ بادشاہ کی طرف سے فی پیدل سپاہی ۴۴ رادنی سوار ایک روپیہ دس روپیہ دیا جاتا تھا بجو یہ نہیں معلوم کہ سرکاری خزانوں سے کس قدر روپیہ آیا لیکن عداوت کو شاہی خزانہ میں ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ موجود تھا۔

شہزادے شاہی فوج کے افسر مقرر ہوئے تھے۔ مجھے ان عیش کے بندوں پر رحم آتا تھا بعض وقت ان بچاؤں کو ٹھیک دوپہر میں شہر سے باہر جانا پڑتا تھا تو مصیبت آجاتی تھی۔ توپ بندوں کی آواز سے دل دھڑک اٹھتا تھا اس پر لطف یہ کہ آئین حکمرانی سے بالکل ناواقف سپاہی ان کی ناواقفی پر قہقہہ لگاتے تھے بلکہ بعض اوقات تو ان کی بدنظمی کے باعث بدزبانی سے پیش آتے تھے۔ فوج کے لیے باؤشا شیرینی وغیرہ میدان جنگ میں بھیجتے تھے تو یار لوگ راستہ ہی میں مال غنیمت سمجھ کر چٹ کر جاتے تھے۔ شاہی فوج کی شجاعت دہباوری اور بھی قابل تعریف تھی حقیقت میں وہ بڑے دانا تھے جب ان کا جی چاہتا کہ میدان جنگ سے واپس آجائیں تو بچنے پڑنے کپڑے پیروں پر زخم کے بہانے سے باندھ کر لنگڑاتے اور ہائے وائے کرتے ہوئے واپس چلے آتے تھے۔

۳۰ رجون کو رات کے وقت پل بینڈن پر مفسدین بالکل حواس باختہ ہو گئے تھے اکثر سپاہیوں نے اپنی تلواریں اور بندوقیں کنوڑوں میں ڈال دی تھیں اور منتشر ہو کر جنگوں اور دہاؤں کی

طرف بھاگ گئے تھے۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ انگریزی فوج ان کا تعاقب کرتی چلی آ رہی ہے۔ اگر اس دن انگریزی فوج آ جاتی تو دہلی پر اسی دن قبضہ ہو جاتا اس لیے کہ یہ منتشر سپاہ دوسرے روز شہر میں واپس آئی۔ اکثر ان میں سے لاپتہ ہو گئے۔ راستہ میں گوجروں نے ان کو خوب لوٹا۔ چنانچہ جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو ان کے پاس ایک جہ نہ تھا۔

بادشاہ کا حکم تھا فوج دہلی مانا جاتا تھا اور شہزادوں کو تو کوئی پوچھتا تک نہ تھا کہ تم ہو کس مرض کی دوا۔ سپاہ بالکل بے سری ہو گئی تھی۔ نہ بگل کو مانتے تھے نہ افسروں کی سنتے تھے اور نہ اپنا متعلقہ کام انجام دیتے تھے۔ فوج کی گنتی تو ایک طرف رہی کبھی دہلی بھی نہیں پہنچی۔ رئیس شہزادے اور بیگمات اپنی گزشتہ خوش باشیوں کا افسوس کرتے تھے شہزادے فوج کی زبان نہ سمجھتے تھے۔ اور بغیر مترجم کے گفتگو نہ کر سکتے تھے۔

شل کے گولوں سے شہر کے مکانات اکثر مہدم ہو گئے قلعہ کے دیوان خاص میں جو تخت سنگ مرمر کا بچھا ہوا تھا چور چور ہو گیا۔

دہلی کا انگریزی مدرسہ پہلے ہی دن لوٹ لیا گیا تھا اور انگریزی کتابیں گلی کوچوں میں پڑی ہوئی تھیں جو انگریزی بولتا تھا تو سپاہی اسکی خوب مرمت کرتے تھے اور قید کر دیا کرتے تھے۔ میگزین اراحمی کو بھٹا تھا۔ اس کے سبب سے قرب و جوار کے بہت سے مکانات کو صدمہ پہنچا تھا غریب باغیچہ آدمی اسکے صدمہ سے مر گئے لوگوں کے مکانوں میں اس قدر گولیاں گر گئیں کہ لوگوں نے آدھ آدھ سیر اور بعض لوگوں نے سیر بھر جین لیں۔

اس کے بعد مفسدوں اور شہر کے باشندوں نے میگزین کو خوب لوٹا جس قدر ساز و سامان ٹوپی بندوق تلوار اور سنگین لے سکے اٹھا کر لے گئے۔

غلامیوں نے اپنے گھروں کو عمدہ عمدہ ہتھیاروں اور سامان سے خوب بھر لیا اور روپیہ کے تین سیر کے حساب سے تول تول کر بیچ ڈالا۔

تانبے کی چادریں روپیہ کی تین سیر فروخت ہوتی تھیں بندوقوں کی قیمت بہت سے بہت

آٹھ آنہ تھی مگر خوف سے کوئی خریدتا نہیں تھا۔ اچھی سے اچھی انگریزی کپڑے، رکوچی گراں سمجھی جاتی تھی اور سنگین تو ایک آنہ میں بھی بہت ہنگامی تھی، تو زدان اور پرتے اس کثرت سے تھے کہ ان کے لوٹنے والوں کو بھیجے وقت ایک سبب نہیں ملا یعنی کسی نے خرید ہی نہیں محضوں کے ٹیلے میں جس قدر بارود بھی اس میں سے نصف تو گوجر وغیرہ لوٹ لے گئے اور نصف شہر میں آگئی۔

تیسرا فسانہ

میگزین کی حفاظت کے متعلق کنڈکٹر بنگلی اور دوسرے انگریزوں کا اوپر ذکر آچکا ہے، ذیل کی جٹی سے معلوم ہوگا کہ بنگلی صاحب پر میگزین کے اڑنے اور بھاگنے کے بعد کیا گزری۔

صاحب موصوف نے میگزین سے نکلے ہی یہ کار نمایاں کیا کہ رابرٹ صاحب کی میم کوٹ چار سالہ لڑکے کے دریا پار کرایا۔ اس میں یہ وقت تھی کہ صاحب موصوف کے ہاتھ پر میگزین کی لڑائی میں ایسا سخت زخم آیا تھا کہ وہ ہاتھ بالکل بیکار ہو گیا تھا۔ دریا عبور کرنے کے بعد پانچ چھ زخم اور آئے تھے۔ کیونکہ جناب مفسدوں نے انہیں گھیر لیا اور تمام بدن کے کپڑے سوائیس کے سرچھین لیے گئے۔

دہ بارہ دن کی آوارہ گردی کے بعد لفٹنٹ ریز صاحب مع ان کے عیال و اطفال کیساتھ میرٹھ پہنچے ریز صاحب سے بظاہر وہ ایک دن کے بعد گئے تھے بنگلی صاحب کی ملاقات ریز صاحب سے ایسی ہی حالت میں ہوئی کہ مفسدین نے جو کچھ ان کے پاس تھا سب چھین لیا تھا اور ان کو گھیر رکھا تھا۔ ریز صاحب اور ان کی میم صاحبہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ اگر اس شخص یعنی خبر دینے والے کا شجاعانہ اور دلیرانہ طریق کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو وہ کبھی صحیح دسالم میٹھر نہ پہنچ سکتے۔ کیونکہ اس نے کئی مرتبہ اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ مفسدین میں سے ایک شخص نے ان کی گردن پر پاؤں بھی رکھ دیا کہ سر تن سے جدا کر دے مگر جب انہوں نے یہ کہا کہ میں اپنے سر کو اس نیت سے نثر بان کرتا ہوں کہ میری حیا لینے کے بعد تم ان عورتوں کی بے پردگی اور بے ستری نہ کرو گے۔

تو اس بات سے مفہم دین کو رحم آیا اور انہوں نے چھوڑ دیا۔

اس سے زیادہ شجاعت و بہادری کا کام یہ کیا کہ صرف چھ روز اسپتال میں رہے تھے کہ برگیدیر ولسن صاحب دہلی جانے لگے۔ ان کو خبر ہوئی تو یہ بھی برگیدیر صاحب کے پاس پہنچے اور درخواست کی کہ مجھ کو ہمراہ لے چلیے۔ مگر چونکہ زخم انکے ہرے تھے اس لیے برگیدیر صاحب نے درخواست نامنظور کر دی تاہم ہم نے سنا کہ وہ صرف ۹ دن اسپتال میں رہے اور دسویں دن تو بچا نہ اور سامان جنگ جو میرٹھ کی فوج کے واسطے جارہا تھا اس کے ساتھ ہو گئے اور مقام پل ہینڈن پر پہنچ کر فوج کے ہمراہ دہلی کی چھاؤنی میں داخل ہو گئے اور ہاؤس تک فوج کے ہمراہ رہے اس درمیان میں تین مرتبہ ان کو سرسام ہوا۔ دو مرتبہ راستہ میں اور ایک دفعہ مورچال چھاؤنی میں جہاں وہ ضروری کاموں میں مشغول تھے تیسری مرتبہ سرسام ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ اول تو جسم نحیف و کمزور پھر دن بھر آفتاب کی تیزی میں سخت کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ الغرض ۱۷ کو وہ میرٹھ واپس آ گئے۔ مگر یہ واپسی ان کی مرضی کے خلاف تھی۔ ان صاحب نے ۲۶ برس تک سرکار کی خدمت کی اس عرصہ میں ۱۷ سال تک صرف میگزین کا کام کیا۔ اوڑھو کچھ مال و اسباب تھا وہ سب برباد کر دیا۔ زیادہ افسوس یہ کہ ان کی میم صاحب اور تین بچے بھی اسی ہنگامہ غدر میں ضائع ہوئے۔

چوتھا فسانہ

ڈاکٹر ایس۔ ایچ۔ مہٹن صاحب بیس پچیس روز تک ہندوستانیوں میں حیران و سرگردان پھرتے رہے اور ہر طرح کی تکلیفیں اور بے غوثی اس عرصہ میں انہوں نے اٹھائی تین چار مرتبہ تو ایسا ہوا کہ وہ اپنے تئیں قریب المرگ سمجھنے لگے۔ بھاگنے اور سفر کے وقت جو جو تکلیفیں اور مصیبتیں ان پر پڑیں اس کے متعلق خود ان کا بیان ذیل میں درج

کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ نہایت توجہ اور شوق سے پڑھا جائیگا۔

دہلی کی پہاڑی پر جو برج ہے اس میں تمام میں جمع ہو گئی تھیں جب خوف اور خطرہ ظاہر ہوا تو میں برگیدہ گرگوسن صاحب کے پاس گیا اور عرض کیا کہ اگر آپ گورہ فوج کی کمک اور مدد طلب کرنے کے لیے چھٹی لکھیں تو میں اسے لیکر میرٹھ جاؤں گا۔ چنانچہ صاحب موصوف نے فوراً چھٹی لکھ کر میرے حوالہ کر دی۔ میں اپنے بال بچوں اور دوسری میموں سے مل ملا کر اپنے بنگلہ پر آیا اور فقیرانہ لباس پہن کر اور ہاتھ پاؤں رنگ کر شہر میں ہوتا ہوا دریا کے پل تک پہنچا مگر خوبی قسمت دیکھی کہ وہاں پل ٹوٹا ہوا تھا۔ ناچار اس نیت سے چھاؤنی واپس آیا کہ میگزین سے قریب جو راستہ ہے اس طرف سے دریا عبور کرنا چاہیے۔ مگر اس عرصہ میں رسالہ سوم کے سوار چھاؤنی میں پہنچ گئے تھے اور جاٹ و گوجر چھاؤنی کے قرب و جوار کے دیہاتوں کو جوق جوق لوٹنے کے واسطے چلے آ رہے تھے۔ صاحب لوگوں کے جنگلوں کو آگ لگ چکی تھی۔ میں یہ حال دیکھ کر میرٹھ پہنچنے سے مایوس ہو گیا اور پریٹ کے میدان سے آگے بڑھا۔ اس اثنا میں دو سپاہیوں نے مجھ پر گولی چلائی اور میں بچ گیا۔ میں ابھی اس بلغم تک پہنچا تھا جو شہر سے متصل ہے کہ گاؤں والوں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میرے سب کپڑے چھین لیے۔ میں وہاں سے اور زاد برہنہ اس خیال سے کرنال کی طرف روانہ ہوا کہ شاید ان لوگوں (انگریزوں) میں سے جو کرنال جا رہے ہیں راستہ میں کوئی مل جائے۔ مگر میں ابھی ایک ہی میل گیا ہوں گا کہ دو سپاہی نمودار ہوئے جو اور انگریزوں کا تعاقب کر رہے تھے مگر کوئی ان کے ہاتھ نہ لگا تھا۔ بہر حال وہ میرے پاس آئے اور تنگی تلواریں لیکر کہنے لگے تو فرنگی کہیں نہایت عاجزی سے ان کے سامنے گر پڑا۔ اور چونکہ میں مذہب اسلام اور ہندی زبان سے واقف تھا اس لیے میں نے پیغمبر محمد کی تعریفیں شروع کر دیں اور کہا کہ اگر تم یقین رکھتے ہو کہ امام ہمدی انصاف کے لیے آئیں گے تو مجھ بے گناہ کو نہ مارو

نیز دوسرے مسائل مذہبی اور اخلاق بیان کیے مگر اس پر بھی ایک نے تلوار کا دار مجھ پر کیا مگر میں ان کے سامنے زمین پر گر پڑنے سے وار بچا گیا۔ اور چونکہ وہ سوار تھے اسلئے اُن کی تلواریں مجھ تک نہ پہنچ سکیں اور میرے عجز و انکسار کی باتوں نے کچھ اثر کیا اور یہ کہہ کر مجھ کو چھوڑ دیا کہ اگر آنحضرت کے نام پر تو پناہ نہ مانگتا تو تو بھی اور کافروں کی طرح نہ بچتا۔ اب میں بہت گھبرا رہا تھا۔ مجھ میں کھڑے رہنے کی بھی طاقت نہ تھی مگر چونکہ چلنا ضروری تھا اس لئے ناچا میں دہاں سے آگے روانہ ہوا، تقریباً ایک میل اور چلا ہوں گا کہ بہت سے سلمان نظر آئے اور وہ سب میری طرف جھاگ کر آئے اور مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ فرنگی ہو کافر کو مار ڈالو اور میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم فرنگیوں نے یہ جا ہٹا کہ ہم سب کو کر شان کر ڈالیں۔ یہ کہہ کر مجھے کشاں کشاں ایک گاؤں میں لے گئے جو ایک میل یا اس سے کچھ زیادہ فاصلہ پر تھا۔ اور میرے بازو پشت سے باندھ دیئے۔ اسکے بعد اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ کریم بخش جاؤ اور اپنی تلوار لے آؤ ہم اس کافر کا سر کاٹیں گے کریم بخش گیا اور جب تک تلوار لاوے گاؤں سے ایک دواڑ آئی کہ دھاڑ ہے دھاڑ ہے۔ یہ سن کر حقینے سلمان میرے پاس تھے سب اپنی اپنی فکر کرنے چلے گئے وہ اُدھر گئے اور میں موقع کو غنیمت سمجھ کر بے تحاشا بھاگا اس طرح ان بدمعوسوں سے نجات پائی۔ راستہ پر آ کر میں کرنال کی طرف بھاگا۔ مگر راستہ میں پھر مجھے چندا بنگر جو دہلی کے میگزین میں ملازم تھے مل گئے اور مجھ کو گھیر لیا۔ مگر ان میں سے ایک شخص نے مجھے پہچان لیا اور کہا صاحب خوف نہ کرو اور میرے ساتھ گاؤں میں چلو وہاں آپ کے کھانے پینے کی فکر کروں گا اور اگر تم آگے جاؤ گے تو اُن مسلمانوں کے ہاتھ سے جوڑتے اور فرنگیوں کے مار ڈالنے کے ارادہ سے باہر گئے ہیں یقیناً مارے جاؤ گے چنانچہ ان بنگروں کے ساتھ میں نچے گاؤں گیا۔ فی الحقیقت انہوں نے میری بہت خاطر تواضع کی کسی نے پینے کو دھوئی دی کسی نے ٹوپی دی کسی نے دودھ پلایا کسی نے روٹی کھانے کو دی۔ غرض کہ میں یہاں سمجھا کہ ابھی زندگی کے کچھ سانس باقی ہیں مگر میں اس قدر گھبرا ہوا تھا کہ مجھ سے اچھی طرح بولا بھی نہیں جاتا تھا۔ مجھے انہوں نے چار پائی وی میں اس پر لیٹ گیا۔ مگر مجھے نیند نہ آئی میں نے اُن دیووں سے

کہا کہ میں ڈاکٹر ہوں یہ سنکر ان لوگوں نے میری اور بھی خاطر مدارات کی دوسری صبح کو گاؤں کے چودھری نے جھک بولایا تو تمام گاؤں فرنگی ڈاکٹر کے دیکھنے کے لیے اکٹھا ہو گیا۔ ہر چند میں تھکا ماندہ تھا مگر گاؤں والے جو کچھ مجھ سے پوچھتے تھے میں اس کا شافی جواب دیتا تھا خصوصاً جب انہوں نے دیکھا کہ میں ان کے مذہب اور رسوم سے پوری واقفیت رکھتا ہوں تو بہت زیادہ میرے زندہ رکھنے کا خیال کرنے لگے چنانچہ وہ علانیہ کہتے تھے کہ ہم حتی المقدور تم کو بچائیں گے میں اس گاؤں میں رہتا تھا کہ میں نے سنا کہ قریب کے کسی گاؤں میں ڈاکٹر دو صاحب موجود ہیں۔ اس گاؤں کا نام سمیع پور ہے اس گاؤں کے ایک آدمی نے مجھے اس کا کہا کہ میرے گاؤں میں ڈاکٹر دو صاحب نامی ہیں انکو کچھ دوائیں مطلوب ہیں۔ تم سب ہندوستانی دوائیں جانتے ہو برائے ہر بانی تاؤ کہ ان کو کیا دیا جائے میں نے ایک نسخہ لکھ دیا مگر مجھے معلوم نہیں کہ دوا ان کے پاس پہنچی یا نہیں۔ میں اس گاؤں میں مقیم تھا کہ کرنیل ری صاحب کی خبر میرے پاس پہنچی کہ صاحب موصوف برف خانہ کے قریب جو پٹ کے میدان کے متصل ہے حجر دوح خستہ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ سنکر میں نے گاؤں والوں سے کہا کہ صاحب بہت بڑھے نامی ہیں اگر تم ان کے واسطے کھانا پانی لے جاؤ گے تو سرکار اس خدمت کے عوض میں تمکو بہت سا انعام دیگی۔ چنانچہ گاؤں والے سات روز تک برابر کھانے لگے۔ مگر جب میں اس گاؤں سے روانہ ہوا تو کوئی دس روز کے بعد میں نے سنا کہ کرنیل صاحب موصوف کو کسی سپاہی نے برف خانہ کے پاس قتل کر ڈالا۔

مجھے اس موضع باوری میں قیام پذیر ہوئے چند روز ہوئے تھے کہ بات عام طور سے شہر ہو گئی کہ جس قدر انگریز میرٹھ انبالہ اور کلکتہ میں تھے سب قتل ہو گئے اور شاہ دہلی کی حکومت قائم ہو گئی۔ اگر کوئی شخص کسی فرنگی کو اپنے گھر یا گاؤں میں پوشیدہ رکھے گا تو وہ قتل اور اس کا گاؤں جلا کر دیوان دہر باد کر دیا جائیگا۔ یہ سنکر گاؤں والے گھبرائے اور مجھ کو رات کے وقت نکال کے ایک آٹھ کے باغ میں جھوڑ آٹے وہاں میں شب دروز رہتا تھا۔ رات کو کوئی نہ کوئی گاؤں والا مجھے کھانا پانی دے جاتا تھا ایسے نازک وقت میں جو کچھ مجھ پر گزرتا تھا بیان سے باہر ہے۔ دن بھر آفتاب کی شدت

گرمی میں رہتا تھا۔ اور رات تنہائی میں گزرتی تھی۔ اور اکثر گرد و پیش گیدڑ وغیرہ چلاتا کرتے تھے جو چھبیتیں میں نے جھبیلی میں میں جانتا ہوں یا پھر خدا کو معلوم کہ کیا کیا کلیفیں میں نے اٹھائیں۔ پانچ دن کے بعد اس باغ میں سے پھر مجھے گاؤں میں لے گئے اور وہاں بھوسہ کی ایک کوٹھری میں مجھے پوشیدہ کر دیا۔ میں اس تنگ و تاریک کوٹھری میں ۲۴ گھنٹہ تک با اس میں جبر و رگزی تھی اور دل گھبراتا تھا اس کا حال زبان سے ادا نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی مصیبت زیادہ سخت تھی۔ آیا باغ کی تنہائی یا اس بھوسہ کی کوٹھری کی۔

اس کے بعد ایک اور خبر مشہور ہوئی کہ فرنگیوں کی تلاش کے واسطے سوار مقرر ہوئے ہیں کہ وہ ہر ایک گاؤں میں جا کر تلاش کریں۔

اب مصلحت یہ قرار پائی کہ میں ایک جوگی فقیر کے ساتھ اس گاؤں سے کہیں اور چلا جاؤں چنانچہ وہ فقیر میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ تم جہاں کہو گے میں تم کو وہاں پہنچا دوں گا۔ مگر اب تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے میں اس وقت جوگی کے ساتھ روانہ ہو کر مقام بیڑہم میں گیا اور تمام رات وہاں بسر کی۔ اس فقیر نے میرے تمام کپڑے اپنے دوست کے گھر میں جا کر لگائے اور مجھ کو کالا اور راجھ پہننے کو دیا تاکہ جوگی فقیر اور میری صورت میں کچھ فرق نہ رہے جب فقیر کا سب سامان دہرا ہو گیا تو میں نے اس جوگی کے ساتھ پھیری شروع کی وہ مجھے کسی گاؤں میں لیکھا کہیں جو کشمیری ہیں وہ پوچھتی اور جوگی فقیر بتلاتا رہا جب گاؤں میں میرا گزر ہوا وہاں کے لوگوں نے کچھ نہ کچھ مجھ سے پوچھا چونکہ میں ان کا جوتش اور نجوم وغیرہ جانتا تھا اس لیے جو جس نے پوچھا میں نے اس کا شافی جواب دیا اس وجہ سے میری خاطر تواضع اور بھی زیادہ ہونے لگی۔ کوئی پیسہ دینا تھا۔ کوئی کھانا میرے واسطے لاتا تھا۔

اس گاؤں سے روانہ ہو کر ایک اور گاؤں میں پہنچے وہاں سیوک داس مہنت کبیر فقیر رہتا تھا اس کے پاس گئے میں اس کے مذہب سے بھی واقف تھا۔ کچھ کتابیں جو میں نے پڑھیں تو وہ سیر حال پر بہت مہربان ہو گیا۔ اور اس کے دریافت کرنے پر میں نے اس سے کہا کہ میں کشمیری ہوں مگر اس نے کہا کشمیری مجھ سے ہر لحاظ سے الگ ہیں ہوتا اس نے کہا کہ تمہاری زبان، ادب و صنائع و اطوار اور کپڑے

سب درست اور ٹھیک ہیں مگر تھاری آنکھیں تم کو چھپے نہیں دیتیں تم یقیناً فرنگی ہو میں نے صاف ظاہر کر دیا مگر چونکہ کبیر کے اقوال میں نے اس کے سامنے پڑھے اور قول و قسم دے چکا تھا اس لئے مجھ سے وہ بہت مہربانی سے پیش آیا تھا۔ یہاں ہی فیصلہ کر کے یہاں تھا کہ ایک سپاہی آیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس انبالہ کی فوج کے واسطے (جو بالفعل مقام لانی میں ٹھہری ہوئی ہے) کچھ چٹھیاں ہیں میں یہ وہاں لیجاؤں گا۔ اس نے مجھ کو نہیں پہچاننا کہ یہ بھی فرنگی ہے مگر میں نے اس سے کہا کہ میں ڈاکٹر ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری چٹھی فوج مذکور کے کمانڈر کے پاس پہنچا دو اس نے اقرار کیا اور میں نے چٹھی لکھ کر دیدی۔ دن بھر اس چٹھی کی وجہ سے انتظار رہا مگر جب اس کا کوئی جواب نہ آیا اور نہ کلمہ آئی تو اب میں نے مصلحت اس میں دیکھی کہ میرے چلنا چاہیے جس جگہ فرنگی کے ساتھ میں یہاں آیا تھا اُس نے میرے چلنے کا وعدہ بھی کیا۔ اس گاؤں کے اکثر آدمی میرے ساتھ ہر چند پور تک گئے۔ جہاں ایک زمیندار فرانسس کوہن صاحب نامی رہتے تھے۔ یہ پہلے تحصیلدار تھے۔ یہ بزرگ آدمی میرے ساتھ از حد مہربانی سے پیش آئے اور مجھ کو وہ چٹھیاں دکھلائیں جو کرنیل نیوٹ کپتان سا لگیڈ صاحب نے لکھ کر دی تھیں کہ ”انہوں نے مجھ کو بہت آرام پہنچایا اور ہماری بڑی خاطر مدارات کی اور بحفاظت میرے تک پہنچا دیا۔

یہ چٹھیاں دیکھ کر میں نے بھی میرے جانے کی تجویز کی۔ اس عرصہ میں ایک چٹھی میرے نام منسج لیکر اسے اس معنوں کی آئی کہ راجہ چھند کے سو سوار کپتان میک اندور کی سرکردگی مقام کیکرا میں یہ رہے منتظر ہیں اور وہ مجھے مقام رانی جہاں پڑاؤ ہے پہنچا دینے چاہتے ہیں کوہن صاحب نے مجھے اپنی گاڑی پر سوار کر کے لیکرا روانہ کر دیا۔ یہاں تک پہنچ کر کپتان میک اندور اور لفٹننٹ میو صاحب کو دیکھ کر مجھے بے انتہا خوشی ہوئی اور جان میں جان آئی۔

میں پچیس روز تک دیہاتوں جنگلوں اور دیرazon میں سرگرداں مارا مارا پھرتا رہا اگر مجھے ہندوستانی زبان نہ آتی ہوتی اور میں اس قدر مصافی اور فنی کیسا تھ نہ بول سکتا تو میں بھی کہیں کہیں قتل کر دیا جاتا۔ میں ہندوستانی زبان ایسی ہی صاف بولتا ہوں جیسے انگریزی۔ میں اپنی جاں بری کو ایک اعجاز

اور فضل الہی کا نتیجہ سمجھتا ہوں مگر جو تکلیف اودیبتیں میں نے برداشت کی ہیں ان کا بیان مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

پانچواں فسانہ

ایک گروہ جس میں بہت سے انفراد نہیں تھے دہلی سے بھاگے اور میرٹھ جانے کا حال اس طرح بیان کرتا ہے۔ پہلے یہ ارادہ تھا کہ پہاڑی پر جو برج ہے اس میں قلعہ بند ہو کر مفسدین کا مقابلہ کیا جائے۔ مگر اب یہ بات بیکار سی نظر آئی کیونکہ کوئی فائدہ نہ تھا اس لیے بھاگنے کی رائے ملے پائی۔ جب روانگی شروع ہوئی تو ۳۸ اور ۴۷ جہٹ کے سپاہی بھی روانہ ہو گئے۔ بتوڑے سے سپاہی انسرود کے پاس جھنڈہ کے قریب باقی رہ گئے۔ بیہوش کی گاڑیاں کرنال روانہ ہوئیں۔ انسرود کو سپاہیوں نے یہ صلاح دی کہ فوراً فرار ہو جانا چاہیے بلکہ جبراً ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ اس لیے کہ اس مقام پر بھی شہر سے مفسد آنے والے تھے یہ شام کا وقت تھا۔ تاریکی زمین پر پھیل رہی تھی کہ چاروں طرف سے بندوقوں کی آوازیں آنی شروع ہوئیں اور چھاؤنی کے اکثر جنگلوں میں آگ لگ گئی جسکی روشنی دور دور تک پہنچ رہی تھی اب سوائے بھاگنے کے کوئی تدبیر بچنے کی باقی نہ رہی جو انسرود کا باقی رہ گئے تھے انہوں نے بھی دوبارہ انتظام قائم کرنا بے سود اور فصول سمجھ کر جگہ جھوڑی کیونکہ جو لمحہ ان پر گزرتا تھا زیادہ خوفناک ہوتا جاتا تھا غرض کہ وہاں سے باحالت زار بھاگے اور سرگرداں رات بھر جنگلوں میں پھرتے رہے کبھی تھک کر زمین پر لیٹ جاتے تھے کہ شاید نیند آجائے۔ کبھی جان کے خوف سے اٹھ بیٹھتے تھے۔ غرض کہ ہزار خرابی رات کاٹی۔ صبح کو مفسدین سپاہی ان کے گرد پیش منڈلاتے نظر آئے مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ جگہ معلوم نہ ہوئی جہاں یہ سب صاحب لوگ تھے۔ جب کوئی نظر نہ آیا تو ناچار سپاہی تلاش کی غرض سے آگے بڑھے۔ یہ انسرود لوگ جہاں ٹھہرے تھے اس کے قریب جوار کے لوگوں کے بہت شکر گزار ہیں کیونکہ گاؤں والوں نے ان کی بہت خدمت کی تھی اور بہت کچھ آرام پہنچایا تھا۔ کسی نے کھانا کھلایا۔ کسی نے اپنے گھر میں پوشیدہ رکھا۔ رات بھر جو صاحب جدا رہے تھے وہ آٹے اور جوارات بھر ساتھ رہے تھے صبح کو جدا ہو گئے۔ گاؤں والوں نے ان انگریزوں کو جی

حفاظت کا انہوں نے ذمہ لیا تھا دریاے جمن کے ایک نالے کو عبور کر کر جنگل میں ایک محفوظ مقام میں چھپا دیا اور تیسرے پہر آکر اُن کو خبر دی کہ ایک گروہ انگریزوں کا جس میں ہمیں بھی قریب ہی کسی جگہ مقیم ہے۔ یہ گروہ وہ تھا جو کشمیری دروازہ سے بھاگا تھا۔ اور جب وہاں امن نظر نہ آیا تو میموں کو توپ کی بیٹی پر سوار کر کر اُکھچاؤنی بھیجا تھا اور مفسدین نے ان کو راستہ میں لوٹ لیا تھا بلکہ گولیاں بھی ان پر ماری تھیں اسکے بعد یہ لوگ خندق میں اتر کر دوسری جانب سے چڑھ کر فرار ہو گئے تھے ابھی میں سے ایک میم کے شانے پر گولی کا زخم بھی لگا تھا۔ غرض کہ وہاں سے بھاگ کر تمام رات یہ گروہ بھی حیران و سرگردان رہا۔ کئی دفعہ سپاہیوں کے ہاتھ سے بمشکل تمام بچے بلکہ بعض وقت تو مفسد سپاہی ان گولوں کی تلاش میں ایک گولی کی زد تک پہنچ گئے مگر خدائی قدرت کہ ان کے بچہ اظلم میں یہ گرفت نہیں ہوئے۔ غرض کہ دونوں گروہ بچا ہو کر چلے اور ایک دوسرے کی ملاقات سے کچھ تسکین ہوئی اور چونکہ اب آدمی زیادہ ہو گئے تھے اس لیے اپنی طاقت پر اطمینان کر کے آگے روانہ ہوئے وہ دو یا تین میل تک دریاے جمن کے کنارے کنارے چلتے رہے۔ اس کے بعد ایک نالے پر پہنچے جس کو عبور کرنا بہت دشوار تھا لیکن وہ گردن تک گھبراتا اور اس زور سے بہتا تھا کہ پاؤں اُکھڑے جاتے تھے چنانچہ تھوڑی دور تک وہ سب بہتے ہوئے چلے گئے۔ آخر بمشکل قدم جا کر دوسرے کنارے تک پہنچے۔

اب شام ہو گئی تھی اور نالے میں گھسنے کی وجہ سے سخت سردی لگے ہی تھی دوسری صبح کو پھر گاؤں والے ان کے دوست بنے اور ایک مقام پر جہاں درخت بہت تھے جا کر ٹھہرایا مگر تھوڑی دیر کے بعد ان سے کہا کہ یہاں رہنا مناسب نہیں کیونکہ مفسد سواروں کے گروہ ان کے درپے ہیں۔ نکاش کر رہے ہیں۔ یہاں سے روانہ ہوئے تو گوجروں کے ایک گروہ کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ جسکے فاسد ارادے بہت جلد ظاہر ہو گئے۔ چونکہ ان لوگوں کی بند و قیں وغیرہ پانی سے تر ہو گئیں تھیں سیلے گوجروں کا مقابلہ نہ ہو سکا اور ناممکن و بے سود معلوم ہوا۔ گوجروں نے سخت بیہودگی کیا کس اور نہایت سختی کے ساتھ تمام ہتھیار اور دوسرا سباب چھین کر بلکہ پہننے کے کپڑے تک اُتروا کر لیے ہو گئے۔ یہ گوجر کجمنت ان کی جان بھی نہ چھوڑتے مگر ایک فقیر نے سمجھا بھگا کر ان کی جان بچائی اب

ان کے پاس ستر چھپانے کے سو اکوئی کپڑا جسم پر باقی نہ تھا۔ اسی حالت میں آفتاب کی گرمی میں طے پہنتے شام کو ایک گاؤں میں پہنچے یہ گاؤں برہمنوں کا تھا، اس میں ایک فقیر کے مکہ پر جا پڑے اور تین دن تک وہاں ٹھہرے رہے، یہاں اپنے محافلوں کے ہاتھ سے بہت آرام پایا ان لوگوں نے بے انتہا خاطرہ رات کی، یہاں تک کہ ایک جراح بھی ان کے زخموں کے صاف کرنے کے لیے پہنچا یا۔ اور جو دو گاؤں میں مل سکتی تھی سب مہیا کی۔ اس گاؤں سے ایک دوسرے گاؤں میں اسکے زمیندار کی حسب خواہش چلے گئے۔ یہ زمیندار سلاجرمن تھا۔ وہاں ان لوگوں کو یہاں سے زیادہ آرام ملا رہنے کے لیے مکان اور کھانے کپڑے کا اچھی طرح سے انتظام کر دیا۔ اس رات کو زیادہ اطمینان ہوا کیونکہ میرٹھ سے سواروں کا ایک سالہ جو چھی بھجوا انہوں نے طلب کیا تھا ان کے پاس آگاہ زمیندار نے سواریاں کر دیں اور آٹھویں روز یہ سب لوگ اپنی اہلی صورتوں میں میرٹھ پہنچ گئے۔

چھٹا فسانہ

ڈاکٹر بالفور صاحب دہلی سے اپنے بھاگنے کا حال یوں بیان کرتے ہیں :-
جب یہ طے ہو گیا کہ شہر دہلی اب چھوڑ دینا چاہیے تو لیباس صاحب نے اپنی گنجی محکو دی میں نے اپنی بہن مس اسمتھ کو اپنے پاس بٹھایا اور راستہ سے لفٹنٹ ٹامس انجینیئر اور سیم ڈانش سے فریئر صاحب کے بچے کے جو اس وقت موصوف کی گود میں تھا سب کو گنجی میں بٹھا کر کرائل کی طرف روانہ ہو گئے۔ لفٹنٹ ٹامس صاحب نے کہا بہتر یہ ہو گا کہ نہر کے پار رہ کر اس تھانہ پر چلیں جو راستہ میں ہے وہاں پہنچ کر جدھر کی صلاح ہو گی روانہ ہونگے۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا اور جھوٹے تھانہ تک پہنچے۔ دوسرے روز صبح کو ہم ابھی چلنے کی صلاح ہی کر رہے تھے کہ موضع اوہ کا زمیندار جو قوم سے جاٹ تھا ہمارے پاس آیا اور کہا کہ ہم نے دہلی کے قتل و فساد کا حال سنا ہے اگر تمہاری مرضی ہو تو امن و حفاظت میں ہم تمہیں رکھ سکتے ہیں۔ میں نے سب کو صلاح دی کہ اسکو قبول کرنا چاہیے چنانچہ رات کے وقت ہم سب کے ساتھ گاؤں میں گئے اور وہاں سے ہکو جا رہا پنج روز

ملک رکھا اور بے حد خاطر داری اور تواضع کی۔ آخر جب کسی فوج کی آمد کی خبر نہ سنی تو انہوں نے ہلکو مشورہ دیا کہ نہر کے کنارے کنارے کرناں چلنا مناسب ہے، چنانچہ انہوں نے ہماری رہنمائی کی اور گاؤں کے مفعدوں سے ہماری حفاظت کا بندوبست کیا اور ہر طرح خاطر داری میں مشغول رہے اور اس قدر ہم لوگوں کی خدمت کی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ہم اسکا عوض نہ دے سکیں گے۔

غرض کہ ہم امن و امان اور حفاظت کے ساتھ کرناں پہنچ گئے۔ نواب بھٹنڈ گورنر بہادر سیکر بہت خوش ہوئے کہ یہ حقہ ملک جس میں سے ہم گزر رہے تھے۔ اس میں زیادہ آدمی ہماری سرکار کے خیر خواہ اور وفادار تھے اور ایسے سخت بلوہ میں بھی وفادار رہے صرف گوجروں کی قوم البتہ سرکشی اور فساد کرتی تھی جو بڑی شرک کے متصل رہتے پہتے ہیں۔

ایک سیم صاحب جن کا ذکر ڈاکٹر بالفور صاحب کی چٹھی میں آچکا ہے اپنے بھانجے کا حال اس طرح بیان کرتی ہیں :-

ساتواں فسانہ

ارمبی دوشنبہ کے دن صبح کے وقت میں ایک دوست کی ملاقات کو جو میگزین کے پاس رہتے تھے گئی جب اول اول یہ خبر سنی کہ مفعدوں کا گردہ میرٹھ سے آتا ہے تو مجھے اور دوسری سیم صاحبوں کو یہ صلاح دی گئی کہ ہم سب میگزین میں جا کر پناہ گیر ہو جائیں گے۔ مگر میں وہاں نہ گئی اور اپنی والدہ کے گھر میں جو قریب ہی تھا چلی گئی اور ان سے اس فساد کا ماز بیان کیا اور نوکروں سے کہا کہ اس بات کی ٹھیک ٹھیک خبر لاؤ مگر اس وقت ان سب نے یہ کہا کہ یہاں کچھ اندیشہ نہیں اور یہاں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیونکہ دہلی کی حفاظت کا انتظام ہوشیاری سے کیا جاتا ہے اس عرصہ میں اور جب کئی سیم صاحب آکر جمع ہو گئیں۔ قریب نصف گھنٹہ کے گزرا ہو گا کہ نوکرنے شو روغل مچایا کہ مفعدہ آگئے اور مکانات لوٹ رہے ہیں اور گر جا گھر تک پہنچ گئے ہیں۔ چونکہ گر جا گھر ہماری کوٹھی کے احاطہ سے قریب تھا اب بھاگنا بھی ناممکن

ہو گیا ہمارے نوکروں نے ہم کو صلاح دی کہ ملازموں کے مکان میں جا کر چھپ رہیں چنانچہ ہم سب ایک مکان میں جا کر چھپ گئے ہمارے چھپنے کے غور ٹی دیر بعد دو سو سو ارا حاطہ کے اندر آ گئے اور اس مکان کے قریب آ کر جن میں ہم سب چھپی ہوئی تھیں کھڑے ہوئے اور نوکروں سے دریافت کیا کہ صاحب لوگ اور ہم صاحبان کہاں ہیں۔ تم اپنی جان کا خوف نہ کرو ہم تم میں سے کسی کو نہ ماریں گے لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ سب عیسائیوں کو جو دہلی میں ہیں قتل کر ڈالیں۔ نوکروں نے جواب دیا کہ سب بھاگ گئے ہم کو معلوم نہیں کہ کہاں گئے۔ اگر تم کو خیال ہو کہ جنگلہ میں ہونگے تو تم خود جا کر تلاش کر لو۔ اس جواب سے کچھ ان کو اطمینان ہو گیا اور وہ وہاں سے باہر جا کر انگریزوں کی تلاش میں مشغول ہو گئے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد ۷ محبت کے چھ سپاہی اور آ گئے۔ ان کو وہ مکان جہاں ہم سب مخفی تھے معلوم ہو گیا۔ وہ خوب ہنسے اور قہقہہ اڑانے لگے۔ بندوقیں دکھلا کر کہا ہم تم کو مار ڈالیں گے۔ ہم نے بہت سنت و خوشامد سے کہا کہ ہمیں مت مارو اس پر انہوں نے کہا کہ اچھا باہر آؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔ پھر دیکھا کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ ہم باہر نکلے اور ان کے ساتھ ہو لیے وہ سب ہم کو گارد میں جہاں وہ رہتے تھے لے گئے اور افسروں کی لاشیں دکھا کر ہنسنے کہنے لگے کہ دیکھو یہ سب اس واسطے مارے گئے ہیں کہ کمانڈر انچیف صاحب نے ہمارے مذہب کے خراب کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

اس کے بعد افسروں نے دیکھا کہ ہم نیچے سپاہیوں کے پاس کھڑے ہوئے ہیں تو وہ جلدی سے دوڑ کر ہمارے پاس آ گئے اور سپاہیوں کو ہٹا کر ہم سے کہا اور پر جاؤ ہم سب وہاں گئے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے دیکھا کہ اکثر افسر موجود ہیں۔ وہاں ہم لوگ دس بجے تک بھوک پیاس کی سخت تکلیف میں رہے۔

ميجرايٹ صاحب نے برج جھنڈہ والے پر کھلا بھیجا کہ توپ کی بیٹیاں بھیج دو تاکہ ان پر ہم صاحبوں کو سوار کر کے اپنے سپاہیوں کی حفاظت میں برج مذکور تک پہنچا دیں۔ اسلئے کہ یہاں کا

کچھ بھروسہ نہیں اور برج مذکور اس سے زیادہ محفوظ مقام ہے۔ تھوڑی دیر میں پیشیاں سے توپوں کے آئیں ان کے ساتھ ۳۸ جھنڈ کے کچر سپاہی ساتھ تھے میجر ایسٹ صاحب نے بھی ہم سب کو ان پر سوار کر کے آپ خود اپنی کمپنی لیکر بڑھے اور حکم دیا کہ پیشیاں ان کے ساتھ آویں۔ ۸ بجے جھنڈ کے سپاہی اس وقت تک خاموش کھڑے رہے جب تک کہ میجر صاحب کشتیری دروازہ سے باہر نہیں چلے گئے مگر جب وہ باہر چلے گئے تو دروازہ فوراً بند کر لیا اور ہم سے کہا کہ اگر تم ابھی اس پر سے نہیں اترتے تو ہم تم سب کو مار ڈالیں گے یہ سنتے ہی ہم پینوں پر سے اتر آئے مگر میری بہن نہ اتر سکیں کیونکہ ان کی گود میں بچہ تھا اس لیے سپاہیوں سے کہا دراصل کرویں لڑکا کسی کو دیکر اترتی ہوں مگر جب انہوں نے دوبارہ اترنے کو کہا تو اس نے لڑکے کو میری گود میں ڈال دیا۔ اور آپ جھٹ کو دوپٹیں۔

اس عرصہ میں ۵ بجے جھنڈ کا ایک ڈرامیر آگیا اور میرا بازو سچڑ کر کہا کہ اگر زندگی چاہتی ہو تو میرے ساتھ چلو اور زبردستی ایک کھڑکی کے راستے سے مجھے صدارت بازار لے گیا راستہ میں نے بندوقوں کی آوازیں سنیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سپاہی ان افسروں کو جو بھاگ کر جانا چاہتے ہیں تعاقب کر رہے ہیں اور مار رہے ہیں چند افسر مقتول بھی ہو چکے ہیں۔

میلر ہماری بھی تجھے کہتا ہے ان بڑے صاحب کے بنگلہ پہلے گیا اور مجھ سے کہا کہ یہاں ایک اور میم صاحبہ ہیں وہ غنہاری خبرداری رکھیں گی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بھی جھنڈ والے برج پر چلی گئیں۔ تب میں نے کہا کہ مجھے بھی وہیں پہنچا دو۔ اکثر سپاہی مجھے دیکھ دیکھ کر ہنستے تھے مگر ایک نے مجھ سے کہا چلو میں تم کو بحفاظت پہنچا دوں چنانچہ اس نے اپنا قول پورا کیا۔

میں برج میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ ٹھہری ہوئی کہ بھاگنے کا ارادہ مصمم ہو گیا۔ نام سپاہی ہمسفہ ہو گئے تھے۔ اور ان میں سے کوئی اپنے افسر کا حکم نہ مانتا تھا چنانچہ جس کے بعد میں سینگ سائے چلا گیا۔ ڈاکٹر بالفور صاحب نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے اپنی گاڑی پر بٹک دی جس قدر جلد ممکن ہوا ہم سڑک چھوڑ کر بھاگے اور نہر کے کنارے ۲۵ میل تک بھاگا بھاگ چلے گئے۔ ۲۵ میل پر ایک

مقام کیا اور ایک گھنٹہ تک آرام کر کے پھر روانہ ہوئے اور ایک چوکی پر پہنچے جو اس مقام سے
 ۵ میل پر تھی جس قدر رات باقی رہ گئی تھی میدان میں کاٹی۔ اس مقام سے قریب ایک گاؤں
 تھا۔ یہاں سے نہر کا ایک ٹھیکہ دار آیا اور کہا کہ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔

صبح کو اس نے ہم لوگوں کو دور لیجا کر ایک باغ میں رکھا اور کہا دن کو یہاں رہا کرو اور
 رات کو غارنگروں کے خوف سے اپنے مکان میں لیجاتا تھا۔ وہاں ہم کو ٹھٹھے پر رات بسر کرتے تھے۔
 چھ روز اسی طرح ہم وہاں رہے۔ چھ دن کے بعد اس کے ہمسایہ دیہاتیوں نے اس سے کہا کہ انہوں نے
 تجھ کو بہت روپیہ دیا ہو گا ورنہ تو کیوں ان کی اس قدر حفاظت کرتا ہو پس اگر اس میں سے کچھ بھی
 حصہ دے تو بہتر ہو ورنہ رات کو اگر ہم ان سب کو مار ڈالیں گے۔ ہمارے محفظے نے یہ حال سن کر ہم سے
 کہا کہ اب مناسب یہ ہے کہ تم سیدھی کرنال چلی جاؤ۔ سننے میں آیا کہ وہاں کچھ سرکاری فوج آگئی ہے
 چنانچہ راستہ کی حفاظت کی غرض سے وہ کرنال تک ہمارے ساتھ گیا۔ کمانڈر انچیف صاحب نے اسکی خدمت
 کے عوض اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جو لڑکائیوں کو دیں لائی تھی وہ دو روز میں مر گیا۔ یہ خبر بھی
 سننے میں آئی کہ میری والدہ بھی بوجہ سختی اور محنت کے جانبر نہ ہو سکی اور مر گئی۔

وہ گردہ جس کو ہم نے پیچھے چھوڑا تھا جس میں میری ہمیشہ رقی تھی اس کے تقاب میں غصہ آئے تھے
 مگر وہ خدا کے فضل سے اس طرح بچ گئے کہ کبھی جھاڑیوں میں چھپتے تھے کبھی ان جھاڑیوں میں بیٹھے بیٹھے
 لیٹے لیٹے چلتے تھے۔ کانٹے جو بدن میں چبھ گئے تھے ان سے خون جاری تھا۔

آٹھواں فسانہ

ڈاکٹر ڈیوڈ صاحب کی میمنہ بھی اپنی سختیوں اور مصیبتوں کا حال شہر کیا ہے جو دوسرے
 صاحبوں کے ساتھ وہی سے کرنال تک بھاگنے میں انہیں جھیلنی پڑی تھیں۔

ڈاکٹر ڈیوڈ صاحب زخمی ہو گئے تو میں پیادہ پان سے ملنے کو دوڑی قبل اسکے میں نے
 ان سے کہا کہ یہاں تک کہ پہاڑی کے برج پر جو ایک محفوظ مقام ہے چلے آؤں یہاں سے پیل صاحب کی میمنہ جو

اس صلیبت میں میری شریک تھی ایک دوست کی مہربانی سے ان کو گنجی پر جگہ ملی میں بھی انکے ساتھ سوار ہو گئی جب میں ڈیوڈ صاحب کے پاس پہنچی تو وہاں ایک ڈولی ہسپتال کی رکھی ہوئی تھی میں نے اس خیال سے کہ ڈولی میں صاحب کو آرام ملے گا اور وہ اچھی طرح سفر کر سکیں گے ڈولی مذکور میں ان کو سوار کر اکر اپنے ساتھ لیا۔ تھوڑی دور ہم گئے ہونگے کہ کہا روں نے جانے سے انکار کر دیا یہاں سے ان کو پالمکی گاڑی میں جو ان کے ساتھ آئی تھی سوار کر اکر کرنا ل روانہ کیا اور سیجر ٹیرن اسپیل صاحب کی یہاں سے رخصت کیا۔ اب ہم سب پیچھے پر پیٹ سے گزرنے راستہ میں تین مرتبہ ڈاکٹر صاحب کی سواری بدلتی پڑی اور اس میں دیر لگ گئی۔ اس وجہ سے دوسری عورتوں اور انگریزوں سے ہم پیچھے رہ گئے اور ان سب کے بعد یہ دہلی سے روانہ ہوئے۔ ہم صرف دس میل طے کرنے پائے تھے کہ دیہاتی آگئے اور ہم کو روکنا چاہا۔ اتنے میں ہمارے سائیس نے ہم سے کہا کہ اگر آپ آگے جائیں گی تو ماری جائیگی کیونکہ دیہاتی راستہ میں آپ کے انتظار میں کھڑے ہیں یہاں بھی ہم کو مشکل نظر آتی تھی کیونکہ ہمارے گھوڑے انہوں نے پکڑ لیے تھے اورنگلی تلواریں سائیس کے سر پر تھنی ہوئی تھیں اور آگے کا بھی خوف تھا۔ لافقتہ ان سے تو کسی طرح بچ گئے مگر اب ارادہ کیا کہ کمپنی باغ کو واپس چلیں اور وہاں دوسرے روز تک پوشیدہ رہیں چنانچہ یہی کیا اور مالیوں نے ہم سے اقرار کر لیا کہ ہم تم کو پناہ دینگے بہت دیر کے بعد ایک گروہ لائٹیاں لیکر ہمارے پاس آیا اور کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے دید ان کا مقابلہ بے فائدہ تھا۔ کیونکہ ہم صرف دو بمکیں عورتیں اور وہ پورا گروہ کا گروہ و خشیوں کا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو ایسا شدید زخم لگا تھا کہ وہ اٹھنا تو درکنار بات بھی نہ کر سکتے تھے۔

ہم دونوں کے پاس ایک ایک صندوق زیور اور جواہرات کا تھا اسکے علاوہ سیر پاس سو روپے نقد بھی تھے جو بچانے کے خیال سے ساتھ لائے تھے اب یہ خیال فصول تھا انہوں نے سب چھین لیا اسکے علاوہ سپیل صاحب کی سیم گاؤں ٹوپی پہننے کے کپڑے اور دو خون آلود چادریں بھی لے لیں گنجی بھی تو ڈالی اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی راہ لی۔ ان کے بعد بھی کئی مرتبہ لٹیرے آئے اور اس وقت تک بھیچا نہ چھوڑا جب تک اچھی طرح سے یہ نہ دیکھ لیا کہ ہم بالکل مفلس اور

فقیر ہو گئے ہیں۔

اب ہمارے پاس ایک جبہ باقی نہ رہا۔ رات کو قریب ایک بجے میں اور پہل صاحب کی میم ڈاکٹر صاحب کو ایک درخت کے نیچے چھوڑ کر کسی گاؤں کی تلاش میں باہر نکلی بڑی کوشش اور ترغیب کے بعد ایک زمیندار بھکوا اپنے ساتھ لے گیا۔ رہنے کو مکان اور کھانے کو دو دھروٹی دی اس روز شام کو ہم کڑال روانہ ہو گئے۔ اسی طرح رات ہی رات میں سات سائیل ہم بدقت طے کرتے تھے کیونکہ ایک زخمی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ گاؤں گاؤں سے روٹی مانگ کر کھاتے تھے اور زمین پر سو رہتے تھے بعض مقامات پر لوگ مہربانی سے پیش آتے تھے مگر اکثر مقاموں پر لوگ طعنہ دیتے تھے اور بُری طرح سے پیش آتے تھے یہاں تک کہ سخت دھوپ کے وقت کوئی سایہ میں بھی ہم کو بیٹھنے نہ دیتا تھا۔ اسی طرح ہم نے چھ دن بہتر مصیبت کاٹے اس میں ان کو تو کچی رخت پائل کے نیچے دھوپ کے وقت رہتے تھے۔ ہر وقت جان کا خوف لگا رہتا تھا۔ پانی بھی نہ ملتا تھا مگر اس خبر سے ایک گونہ تسفی ہوئی تھی کہ بادشاہ کے سپاہیوں کے ہاتھ سے شاید بچ جائینگے۔

چھ دن مقام بالگڈھ میں وارد ہوئے یہ گاؤں رانی منگلا دیہی کا ہے یہاں انی صاحب نے ہماری بہت خاطر مدارات کی اور کہا کہ ہم تمہاری حفاظت کرینگے مگر دوسرے دن یہ امیدیں برباد ہو گئیں کیونکہ رانی کے آدمی ہمارے ساتھ یہ مہربانی دیکھ کر ناراض ہو گئے اور انہوں نے رانی کو دھمکایا کہ اگر تم ان کو یہاں سے نہ روانہ کر دگی تو ہم تمہارا گاؤں لوٹالیں گے۔ یہ بات ہمارے واسطے بے انتہا افسوسناک اور رنج دہن تھی مگر کوئی علاج نہ تھا۔ ناچار یہ تجویز ہوئی کہ رات کو یہاں سے روانہ ہونا چاہیے۔ اس عصر میں اطمینان کی ایک صورت اور پیدا ہوئی یعنی اتفاقاً میجر ٹرن صاحب معرج اور ہیروں میں چھالے پڑے ہوئے لنگی باندھے ہوئے آپہنچے میجر موصوف تمام راستہ ہمارا پتہ لگاتے ہوئے چلے آتے تھے۔ یہ ملاقات اگرچہ بہت غنیمت تھی مگر رنج بھی زیادہ ہوا کہ ہم سے ذی تہہ آدمیوں کے پاس کپڑے تک پہننے کو نہ رہیں اور ہندوستانی کپڑوں میں بسر کریں۔

آفتاب ڈوبنے کے بعد ہم گاؤں سے نکالے گئے اور سڑک کا راستہ چھوڑ کر دو تین گاؤں

طے کیے اسی فکر و تردد میں ہم اس قدر تھک گئے تھے کہ آخر بہت دیر تک ایک زمیندار سے کہا کہ ہم کو کہیں بیٹھنے و دو اور کچھ کھانے کو لا دو کل یہاں سے چلے جائیں گے۔ اس زمیندار نے ہماری بڑی خاطر کی کھانا بھی باغ فراٹ لایا اور سونے کے لیے چار پائیاں بھی دیں۔ دوسرے روز صبح چار بجے ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ایک گاؤں والے نے ایک چارپائی اور کھار میرے شوہر کے واسطے دے دی۔ سیری جوتی گھس گئی تھی سیر پٹرین کی جوتی بھی پھٹ پھٹا کر غائب ہو گئی تھی۔ میں اس حالت میں گرم ریت اور خاردار میدانوں میں ننگے پاؤں چلتی تھی۔ الغرض ہم تھکانہ کوئی کے قریب پہنچے۔ یہاں ہمارے ساتھ نہایت مہربانی اور رعایت کے ساتھ لوگ پیش آئے۔ ایک آدمی نے ہمارے حال پر رحم کھا کر ہمارے واسطے نہایت مزیدار کڑھی پکائی۔ دوسری صبح کو ہماری سواری کے واسطے دو گھوڑے ایک خچر اور ایک گدھا بمقتضیٰ کوئی تک جانے کے لیے دیا۔ وہاں پہنچ کر ہمیں اطمینان ہوا اور ہم سمجھے کہ اب ہم محفوظ ہیں۔ دوسرے روز کرنال سے ہمارے واسطے شکرم آئی اور مہاراجہ پٹیلہ کے سپاہی حفاظت کے واسطے ساتھ آئے ہم سب وہاں سے روانہ ہو کر تیانج ۲۰ مئی کرنال پہنچے۔ یہاں پہنچ کر ہم سید رگمی صاحب کے مکان پر گئے اور پچ یہ کہہ انہوں نے ہم فقیروں اور پناہ گیروں کیساتھ ایسا عمدہ سلوک کیا جو ایک حقیقی اور سلی عیسائی کے لیے لازم ہے یہیں انہوں نے اس قدر آرام پہنچایا کہ ان کا احسان ہم کبھی نہ بھولیں گے۔ ایک ہفتہ سے زائد ہم کرنال میں ٹھہرے رہے۔ اسکے بعد پھر سفر شروع کیا۔ کرنال سے انبالہ گئے اور انبالہ سے ڈاک کارٹ پر سوار ہو کر کالکا پہنچے راستہ میں اکثر گاڑی سے اتر کر خود گرم ریت میں گاڑی کھینچنی پڑتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے زخم کو بھی ہم نے خود گیارہ دن تک دھویا اور باندھا۔ زخم اس قدر خراب اور شدید آیا تھا کہ گولی سے دانتوں کے جڑے اُڑ گئے تھے۔ گیارہ روز کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب نے ان کا زخم ملاحظہ فرمایا تھا۔

ہماری مفروزی نہایت خراب تھی۔ ہم نے اس بھاگڑ میں بڑی سختیاں جمیلیں اور نہایت سخت کر یہ بلکہ آدمیت سے خارج طعنہ پہنے پڑے۔ جس قدر سامان تھا سب لٹ گیا۔ ہمارے اوپیل صاحب کی میم کے پاس از قسم جو اہرات بہت سی بیش بہا چیزیں تھیں۔ کچھ ہم نے خود خریدی تھیں

کچھ دوستوں نے تحفہ نذر کیے تھے لیکن ان نالایق غارتگروں نے کچھ بھی خیال نہ کیا اور سب لوٹ لے گئے ہم نے پانی کی طرف سے بھی سخت مصیبت اٹھائی پیدل چلنے کی وجہ سے ہمیں پیاس بہت لگتی تھی اور جب پانی ہمارے پاس کا ختم ہو جاتا تھا تو ناچار جھیلوں اور تالابوں کا میلہ اور کیرے پڑا ہوا پینا پڑتا تھا۔ کنوؤں سے کھینچ کر پیتے تھے اگرچہ کھاری ہوتا تھا مگر مجبوراً پینا پڑتا تھا۔ یہاں میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتی ہوں کہ کرنیل اہلی صاحب کی ڈولی ہم سے آگے آگے جاتی تھی لیکن وہ کہاں رکھ دی گئی ہمیں معلوم نہیں ہماری قدرت سے باہر تھا ورنہ ہم کوشش کر کے ان کو اپنے ساتھ لے لیتے اور تنہا ان کو قتل ہونے کو نہ چھوڑتے۔

نواں فسانہ

مہن لال جس نے کابل میں سرکاری خدمت کی تھی دہلی میں موجود تھا جب ہاں فساد شروع ہوا تو قتل سے بچکر وہ دلی دادخاں کے یہاں پناہ گیر ہوا مگر دلی دادخاں نے اسکو بالاگرٹھ کے قلعہ میں ۴۲ دن تک قید رکھا اسکے بعد وہ وہاں سے بھاگ کر آگست کے پہلے مہفتہ میں میرٹھ پہنچا وہ اپنا حال ایک خط میں جو راجس صاحب کے بیٹے کے نام لکھا تھا اس طرح بیان کرتا ہے۔

راجس صاحب سنجے کے روز ۱۰ مئی کو صبح کے وقت دہلی پہنچ گئے ہم دونوں ملکر بہت خوش ہوئے اور ان چیزوں کے روانہ کرنے کی تدبیر کی جو ہم نے راجہ صاحب کے واسطے خریدی تھیں۔ شام کے وقت میں ان کو اپنی گاڑی میں سوار کر کر شہر کی عالی شان عمارات دکھلانے کی غرض سے لے گیا، رات ہم نے نہایت خوشی اور مسرت سے بسر کی۔ بہتاری اور بہرنی کی تعلیم کا اکثر ذکر رہا کہ باوجود مصغیر سنی کے کس خوبی سے اپنے دفتر کا کام انجام دیتا ہے۔

۱۱ مئی کی منجوس صبح منو دار ہوئی، اتوار کی صبح تک ہر طرح شہر میں امن و امان تھا۔

فساد کی کوئی علامت معلوم نہیں ہوتی تھی۔ کلکتہ کے اخبارات بھی ہمارے پاس آئے یہ یکایک یہ خبر وحشت اثر سنکر یاس کی حالت طاری ہوئی کہ میرٹھ کے مفسد یہاں بھی آ پہنچے اور

نہایت بیرحمی سے قتل و غارت اور عیسائیوں کے مکانات جلانا شروع کر دئے ہیں۔ سواروں کے بعد پیادہ سپاہ بھی آگئی اور دہلی کی فوج میں شامل ہو کر ان کے ساتھ قتل و غارتگری کرنے لگی جب وہ دن یاد آتا ہے تو میرے جسم پر لرزہ سا طاری ہو جاتا ہے۔ قریب دو بجے دن کے چار سپاہی مع بند دتوں کے میرے دروازہ کے سامنے آکر کھڑے ہوئے۔ گودروازہ بند تھا، مگر چونکہ ان کو شہر کے بد معاشوں نے ترغیب دی تھی اس لیے انہوں نے بد زبانی شروع کر دی اور کہا کہ مکان ایک عیسائی کا ہے۔ کل یہاں ایک فرنگی آکر ٹھہرا ہے۔ ہم مالک مکان اور نو دار فرنگی دونوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ ہمارے نوکروں اور محلہ والوں نے کہا کہ یہ گھر کسی عیسائی کا نہیں اور نہ اس میں کوئی فرنگی ٹھہرا ہے۔ بہت سی عاجزی اور خوشامد اور کچھ روپیہ دینے کے بعد اس دروازہ پر چلے گئے۔

جس وقت تک یہ تکرار ہوتی رہی اور وہ سپاہی چلے نہ گئے، نہاتے والدہ میں ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں جس کے اندر جلانے کی لکڑیاں رکھی ہوئی تھیں جیسے بیٹھے رہے رات کو جس صاحب کو نہاتے چپکے گھر میں اس خیال سے بھجوا دیا کہ اگر وہ سپاہی دوبارہ آئیں اور مکان کے اندر زبردستی گھس آئیں تو صاحب کو نہ پائیں۔

۱۲ مئی کو شہر کے بد معاشوں سے معسکین نے میرے تعلق سرکاری کا حال شکر پھر حلقہ کید پہلے قرب و جوار کی دوکانوں کو لوٹنا۔ پھر زبردستی میرے گھر میں گھس آئے۔ سب مال اسباب لوٹ لیا اور مچھو گرفتار کر لیا اور کہا کہ تو انگلستان جانے کی وجہ سے ہندو نہیں رہا۔ اور اپنی لڑکی کو ولایت تعلیم کے لیے بھیجے اور جس صاحب کی رشتہ داری کی وجہ سے تو مسلمان بھی نہیں۔ اس کے علاوہ تو گورنمنٹ انگلشیہ کا جاسوس بھی ہے۔ اسی واسطے تجھے ایک بڑی مقدار میں سن ملتی ہے اس لیے ہم تجھے مار ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ ایک نے بندوق کی مال میرے سینہ پر رکھ دی مگر عورتوں کی گریہ و زاری اور عاجزی و خوشامد نیز ہندو مسلمان ہمسایوں کے سمجھانے بچانے سے کو تو ال شہر نے جو اس وقت اتفاقاً دھڑ سے گزر رہا تھا میرے قتل کو

لمتوی کر دیا۔ اور کہا کہ تحقیقات کرنے کے بعد ماریں گے۔

اس واقعہ کے بعد میں روپوش ہو گیا کبھی کہیں رہتا کبھی کہیں۔ ہاجس صاحب بھی چلے گئے۔ گھر سے میری خالہ کے مکان میں چلے گئے۔ اور وہاں چند روز رہے۔ اب لوگوں کو شک ہوا کہ ہاجس صاحب وہاں روپوش ہیں۔ چنانچہ ہاجس صاحب اور ہم سب کی صلاح ہوئی کہ قسمت آزمائی کیجئے اور یہاں سے بھاگ چلن اس سے بہتر ہے کہ گھر میں گرفتار ہو کر قتل کر دیے جائیں۔

چنانچہ رات کے آٹھ بجے لباس تبدیل کر کے صاحب اس ارادہ سے روانہ ہوئے کہ لاہوری روڑہ سے کسی طرح باہر ہو کر کرنال روانہ ہو جائیں۔ مگر ان کا رہبر بیان کرتا تھا کہ تپتی سے سفیدین ان کے اوضاع و اطوار سے ان کو پہچان گئے اور گرفتار کر لیا۔ گفتگو کے بعد سارا راز کھل گیا کہ وہ ہندوستانی لباس میں انگریز ہیں۔ آخر کار ہاجس صاحب نے قبول کیا کہ وہ کون ہیں اور کس واسطے کس کے پاس آئے تھے۔ اسی سلسلہ میں صاحب موصوف نے میرا نام بھی بتلادیا۔

الغرض صاحب موصوف کو تو وہیں قتل کر ڈالا اور اب میرے درپے تلاش ہوئے۔ میرے چند دوستوں نے خضر سلطان شہزائے سے سفارش کر کے اجازت حاصل کر لی کہ میں تعلقہ دار ولی دادخاں کے ہمراہ چلا جاؤں۔ ولی دادخاں بالا گڈھ کا تعلقہ دار تھا۔ بالا گڈھ، بلند شہر سے دو میل پر واقع ہے۔ خان مذکور گورنمنٹ کا پنشن خوار اور تنک حلال رعایا میں تھا اور ۱۰۰ جوتنک وفادار رہا۔

ولی دادخاں کے یہاں کی سواریاں بھی دہلی سے جا رہی تھیں۔ میں بھی انہی کے ساتھ ایک علیحدہ پالکی میں جھیکر شہر سے نکلا۔ خان مذکور نے دہلی میں مجھ سے اقرار کیا تھا کہ وہ جھکوا آگرہ تک پہنچا دینگے۔ ہمیشہ سرکار کے خیر خواہ رہیں گے۔ مگر چند مقامات کی بد انتظامی کا حال سن کر بے وقوف منحرف ہو گیا۔ اور جھکوا قید کر لیا۔

اگرچہ میں نہایت پریشان اور مغموم تھا۔ مگر ہر وقت اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح اس دغا باز کی قید سے رہائی ملے۔ راؤ گلاب سنگھ سرکار کا خیر خواہ اور ایک متمول تعلقہ دار گوجر تھا وہ

ولی داد خاں کا بھی دوست تھا۔ میں نے اس کو لکھ بھیجا کہ آپ ولی داد خاں کے پاس سے مجھے اپنے پاس بلا لیں۔ راؤ صاحب موصوف نے ازراہ مہربانی اپنے دیوان کو خان مذکور کے پاس بھیجا کہ براہ عنایت وہ مجھ کو اس کے حوالہ کر دیں۔ مگر اس نے منظور نہ کیا۔

اس کے بعد میں نے ایک اور دوست کو آگرہ میں لکھا کہ تم بیس سپاہی لازم رکھ کر بالا گڑھ آؤ اور مجھ کو خفیہ قید سے چھڑا لیجاؤ۔ مگر ان کے پاس روپیہ نہ تھا اور نہ سپاہی میسر آئے۔ اس وجہ سے وہ بھی کچھ امداد نہ دے سکے۔

اب کوئی امید باقی نہ رہی تھی صرف خدا پر نظر تھی جس نے اس وقت تک جان بچائی ہے وہی آئندہ بھی حفاظت کرے گا۔

۲۹ جولائی کو تھوڑی سی گورہ فوج کے سپاہی آئے اور مفند کو رکی فوج کو باپوڑ میں دی اس شکست سے قلعہ میں اس قدر خوف و حراس پیدا ہوا کہ سب کے حواس باختہ ہو گئے۔ میں ۳۰ تاریخ کو علی الصباح قید خانہ سے نکل کر بلند شہر جھاگ گیا۔

چند روز کے بعد لیپٹ صاحب نے (جن سے مجھ سے پہلے ملاقات ہو چکی تھی) میرے بھاگنے کا حال سنا صاحب موصوف اور دلاپ صاحب مجسٹریٹ میرٹھ نے تعلق آئینز ایک چٹھی لکھ کر اور کچھ سوار و سنا صاحب کے رسالہ کے میرے لینے کو بھیجے۔

میرٹھ میں ولیم صاحب نے مجھ پر بڑی مہربانی کی اور بیدار خاں داری سے پیش آئے صاحب موصوف نہایت خلیق اور رحمدل افسر ہیں۔

صاحب موصوف کے ارشاد کے مطابق میں نے قلعہ بالا گڑھ کا نقشہ اور مفندین کے حالات لکھ کر ان کے حوالہ کیے۔

دسواں فسانہ

ایک نیم جو سکندر صاحب کے خاندان سے ہندوستانی لباس پہن کر میرٹھ چلی گئی تھیں۔ وہ

دہلی کے فنا کا حال اس طرح بیان کرتی ہیں:-

دیر گنج میں جس قدر عیالی رہتے تھے وہ سب فنا کے روز ایک کوٹھے پر جمع ہوئے اور تین چار دن تک وہاں قائم رہے۔ جب سپاہیوں نے دیکھا کہ بندوق کے زور سے وہ اس مقام سے نہیں اُتریں گے تو ایک نوپتی توپ لالے۔ اس کے ایک گولے سے سب کنڈکٹر مثل جھا جال بجی تسلیم ہوئے۔ جب تک یہ لوگ کوٹھے پر رہے کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں پہنچی۔ غریب معصوم ننھے بچے بھوک پیاس سے ہلک رہے تھے۔ ان کیمخت سنگدلوں نے رکوں سے کہا کہ اگر تم نیچے اُتر آؤ تو ہم تمہیں کھانا پانی سب کچھ دیدیں گے۔ مگر جب وہ معصوم نیچے اُترے تو فوراً قتل کا اشارہ کیا اور سب معصوموں کو ذبح کر ڈالا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد قتل عام شروع ہو گیا۔ اس ہنگامہ میں جو لوگ قتل ہوئے ان میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں:-

میگزین کے تین کنڈکٹر مع عیال و اطفال بسرز پرائس صاحب مع عیال و اطفال اور دونوں اسوں کے بسرز ریلی مع دو بچوں کے، آہوس صاحب کی میم وغیرہ۔

روڈ صاحب مصور اپنے بھانجے اور چھ ہفتہ کے سفر کا حال جس عرصہ میں وہ دہلی سے آگرہ تک پہنچے تھے اس طرح بیان کرتے ہیں:-

گیا رھوال فسانہ

میں جی لول صاحب ریلوے انجینیئر اور ایرچ سپنسر صاحب اور کنگ صاحب یہ بھی ریلوے انجینیئر تھے ان کے بنگلے پر رہتا تھا۔ یہ بے خلیق اور مہاں نواز ہیں۔ انکا بنگلہ دہلی سے دو میل پر جنوب کی طرف واقع ہے۔

صبح نو بجے کے قریب ہم نے فنا کی خبر سنی۔ دس بجے گھوڑے سوار بغیر گھوڑوں کے ہمارے دروازہ پر آئے۔ بارہ بجے ٹھیک گھر لوٹا۔ اور پانچ انگریز وہاں مارے گئے۔ چھاؤنی اور شہر کے تمام بنگلے اس روزوں بھر جلتے رہے جس دن ہم نے شہر چھوڑا دو بجے کے قریب

نہایت خوفناک اور وحشت انگیز خبریں شہور ہوئیں۔ ہم نے احتیاط کو میں شجاعت سمجھ کر تھوڑا سا ضروری اسباب لکھا کیا اور بالوکھ کو حکم دیا کہ نوکروں کو سامان کے ساتھ روانہ کر دے۔ اس کے بعد ہم بھی روانہ ہو گئے۔ اور آہستہ آہستہ کچی سڑک کے کنارے کنائے چلے۔ ہایلوں کے مقبرے میں ڈیڑھ سو سوار سرفروزیں کی گرفتاری کے لیے مقیم تھے۔ ان سے بچکر آگے بڑھے۔ چونکہ ہزاروں مزدور دہاں کام کر رہے تھے۔ اس لیے مفسدوں نے ہم کو نہیں دیکھا۔ جب ہم بٹلر صاحب کے بنگلہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ صاحب موصوف ابھی تھوڑی دیر ہوئی چلے گئے۔ کچھ دیر ہم اس بنگلہ میں ٹھہرے۔ وہیں ہم نے میگزین کا اڑنا دیکھا۔ اس کے بعد بنگلہ سے روانہ ہوئے۔ اور چار میل پر بٹلر صاحب کو جالیا۔ وہاں ایک بنگلہ تھا اس میں اترے کھانا کھایا اور پھر روانہ ہو کر فریڈ آباد جو یہاں سے چھ میل پہنچا۔

یہاں ہم نے مقام کیا۔ چائے پی۔ اور بہت ہوشیاری سے رہے۔ آدھی رات کے قریب بلم گڈھ کا راجہ ہمارے پاس آیا اور کہا کہ پچاس سوار تمہاری تلاش میں آتے ہیں بہتر یہ ہے کہ تم اپنے خدمتگاروں کا لباس پہن لو اور جلدی میرے قلعہ میں آ جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کرونگا یہ کہہ کر وہ اپنے قلعہ میں گیا تاکہ وہاں کوئی فساد برپا نہ ہو۔ راجہ نے بلم گڈھ پہنچ کر ایک سوار بھیجا کہ ہم کو لے جائے۔ چنانچہ ہم قلعہ میں پہنچے۔ راجہ صاحب نے ہمیں ایک مکان میں مخفی رکھا۔ ہم وہاں پہنچے ہی تھے کہ وہ پچاس سوار بھی آ پہنچے۔ مگر ان سے راجہ صاحب کے آدمیوں نے کہہ دیا کہ صاحب لوگ آگے بڑھ گئے۔ وہ تو یہ سن کر آگے روانہ ہو گئے اور ہم ایک نیند لیکر دوسرے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے جو بلم گڈھ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ ہماری حفاظت کے واسطے راجہ کا ایک رسالہ ہمارے ہمراہ تھا۔ اس گاؤں میں پانچ دن تک ایک چھوٹے سے مکان کے کوٹھے پر رہے پانچ روز کے بعد وہاں سے بھی راجہ صاحب کے مرسلہ اوٹل پر راجہ صاحب کے معتمد کے ساتھ متھرا روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہر گاؤں سے بچتے چلے ہانگ کہ ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام اروان تھا۔ شتر بان ہم کو سیدھا وہیں لے گیا۔ مگر اتفاق سے راستہ چھکڑے سے

رُکا ہوا تھا اس لیے ہم اس راستے سے واپس آئے چار اونٹ تو واپس آئے مگر ایک جسیر بن صاحب
تھے پیچھے رہ گیا۔ ہم ان کے انتظار میں گھاؤں کے باہر ٹھہرے رہے۔ اور گاؤں والے ہمارے
گرد و پیش مسلح کھڑے تھے ماتن میں بندوق کی دو آوازیں آئیں۔ آواز سننے ہی ہم سب
وہاں سے بھاگے۔ پہلا اونٹ جس پر لول صاحب سوار تھے وہ تواجی طرح باہر نکل گیا۔ دوسرا
جسیر سپر صاحب تھے گر پڑا اور اٹھکر بھاگ گیا۔ ہمارا اونٹ بھی زمین پر گر اور پھر نہ اٹھ سکا۔ جو
اُس کے قریب جاتا تھا اُسکو کاٹنے دوڑتا تھا۔ ناچار اس کو وہیں چھوڑا پس صاحب اور کنگ
صاحب تو راستہ چھوڑ کر بھاگے۔ اور بلر صاحب اُس پر بھاگے رہے۔ یمنین نے ہمدوس
مارنا شروع کیا۔ چونکہ صبح ہوئی تھی ہم یمنین کے مقابلہ پر آمادہ ہوئے انہوں نے ہم کو
گھیر لیا تو بلر صاحب نے مصالحت کر لی یمنین نے کہا کہ اگر تم اپنی بندوقیں دیدو تو ہم تم کو
تکلیف نہ دینگے۔ اس اقرار پر اپنی بندوقیں ہم نے اُن کے حوالہ کر دیں۔ مگر یہ معاملہ ہو ہی ہا
تھا کہ ان میں سے ایک نے میرے شانے پر زور سے لکڑی ماری میں نے بھی لوٹ کر اپنی رائفل کا
کندہ اس کے جٹویا۔ جب ہم اپنی بندوقیں دیکر گاؤں واپس آتے تھے اس وقت بلر صاحب نے
اپنا پستول اُس آدمی سے چھین کر جس کو انہوں نے دیا تھا واپس راستہ کی راہ لی۔ اس عرصہ میں
ایک شخص نے میرے سر پر تلوار ماری میں نے کہا بس جو کچھ میرے پاس ہے لیلو چنانچہ ڈیڑھ سو
روپے میرے تھے وہ میں نے ان کو دیدیئے۔ اس کی تقسیم میں باہم ان میں تکرار ہونے لگی۔ میں نے
جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو بلر صاحب فوج ہو گئے تھے اور کوئی ان کے تعاقب میں نہ تھا۔ اس عرصہ میں
پھر ایک شخص دوڑ کر آیا اور بڑے زور سے تلوار میرے سر پر ماری جبکہ صدمہ سے میں نے پر گر پڑا۔
مگر تلوار کند تھی اس لیے زخم نہ آیا۔ میں نے زمین پر گر کر دم سادھ لیا۔ اور اونڈھے منہ سینہ کے بل
پڑا رہا جس سے وہ سمجھے کہ مر گیا۔ ان لوگوں نے میرے کپڑے جوئے اور سکرٹ کس سب کچھ اتار لیا۔ او
آپس میں تکرار کرنے لگے۔ سکرٹ جس میں تین روپے تھے۔ ایک نے کہا کہ یہ میں لوں گا۔ دوسرے
نے کہا کہ میں لوں گا۔ اس بات پر تقسیم کرنے کے بعد وہ میرے ار و گرد کھڑے ہوئے اور غور

دیر تک بطور فوجہ اور مثنیہ کے گاتے رہے۔ کبھی کبھی مجھے لات بھی مار دیتے تھے۔ ایک نے اس خیال سے کہ دیکھیں مگر کیا یا بھی زندہ ہے میری گردن پر پاؤں رکھا اور اٹھا کر زمین پر پٹکڑا مگر میں نے بھی ایسا دم سادھا کہ اُن کو نہ معلوم ہوسکا کہ میں زندہ ہوں پتھر کی طرح میں نے اپنا جسم سخت کر لیا۔ ایک شخص نے پھر میری گردن کے نیچے پیر ڈالکر مجھ کو سیدھا کیا اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ اُس وقت میں نے سانس لینا بالکل بند کر دیا اور جب اُس کا ہاتھ میرے دل پر آیا میں دم نہیں لیا۔ اس کے بعد کچھ شور و غل ہوا مگر میں اُس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو میں نے ایک آنکھ چپکے سے کھولی تو مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ اُس وقت میں اُٹھا۔ مگر خون چونکہ بہت نکل گیا تھا میں کمزور ہو گیا تھا اور بے شکل چل سکتا تھا مگر نہ چار اُفتان و خیزاں بھاگا ہی تھا کہ ایک مسلح آدمیوں کا گردہ نظر پڑا۔ وہ آپس میں کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر اشارہ سے اُنہوں نے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ ان میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور میری التجا اور خواہش سے ایک کنوئیں پر مجھ کو لے گیا۔ وہاں میں نے پانی پیا۔ اسی آدمی نے مجھ کو ایک سیدھا اور صاف راستہ بتلایا جس میں جھاڑ جھنکار اور کانٹے وغیرہ نہ تھے اس لیے کہ میرے پاؤں میں جوئے نہ تھے۔ اور کانٹے دار راستہ میں میرا چلنا بہت دشوار تھا۔ راستہ بتا کر خود بھی میرے ساتھ چلا اور کہا کہ اپنے خون آنود کی پڑے دید و میں ان کو دھولادوں۔ اس جیلے سے اُس نے میری دھوکٹ جسمیں عقین کے بٹن اور سونے کی زنجیر لگی ہوئی تھی اُتر والی اور چاہا کہ مجھے مارے۔ مگر میں اُس کے ذہن نشین کر دیا کہ اگرچہ میں غمی ہوں مگر ولایت زاہوں چنانچہ میں نے اس کو زمین پر بے مارا اور آگے بڑھا مگر دھوکے کی تیزی کی وجہ سے مجھ میں تاب نہ تھی۔ میں نے قمیص بند و ستانی کپڑوں کے نیچے سے نکال کر سر پر کبھی اور اس طرح دو ایک میل چلا تھا کہ دو یا تین آدمی لٹھ لیے ہوئے میرے پاس آئے اور مجھے دھمکانے لگے۔ میں نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ اگر تم مار ڈالو گے تو تم کو کچھ نہ ملے گا۔ اس لیے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ لیکن اگر تم مجھ کو لم گدھ پہنچا دو گے تو سور و پئے دوں گا اور اگر آگرہ پہنچا دو گے تو تین سو روپے دوں گا۔ یہ سن کر انہوں نے تھوڑا سا پانی پلایا اور چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ایک ہنایت وحشت ناک

آدمی کھیتوں میں سے دوڑتا اور شور و غل کرتا میری طرف آیا۔ میں اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے میرے سر سے قمیص اتار لی اور مارنے کو تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ میرے پاس ایک کوری نہیں ہاں مگر میں بلم گدھ تک کے سو روپے اور آگرہ تک کے لیجانے کے تین سو روپے دیکھتا ہوں مگر اس کو اس بات کا یقین نہ آیا کہ راجہ بلم گدھ ہمارا دوست ہے۔ اس اثنا میں او بگاؤں والے بھی آئے اور انہوں نے کہا کہ دو انگریز دوسرے گاؤں میں جو یہاں سے قریب آئے ہوئے ہیں ان آدمیوں نے مجھے پانی بھی پلایا اور اس گاؤں میں پہنچا دیا وہاں سپنسر صاحب اور کنگ صاحب موجود تھے اور خدا کے فضل سے ان کو راستہ میں کوئی مفسد بھی نہیں ملا تھا ان دونوں صاحبوں سے ملکر میں بہت خوش ہوا۔ سپنسر صاحب نے ازراہ مہربانی میرے زخم دھوئے دونوں صاحبوں نے گاؤں کے منبر دار سے اقرار کیا کہ اگر تم ہمیں آگرے پہنچا دو گے تو فی کس نو روپیہ نیگے۔ بہت قیل و قال کے بعد منبر دار نے انکار کر دیا۔ مگر ان کی بند و قیل و تین سو روپے جھین لئے اُنھی وقت ہمارے پاس محل صاحب کی ایک چٹھی پہنچی انہوں نے ہم کو بلایا تھا اور لکھا تھا کہ حال فقہ کیا ہے چلے آؤ کہ یہ گاؤں ہر کار کا خیر خواہ ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دیہہ کو یہاں سے دو کوس پر گھبرانے والا ہو کر ہم صاحب موصوف کے پاس پہنچے وہاں سب شام تک مقیم رہے۔ ہمارے بہرے ہو صلاح دی کہ یہاں سے دوسرے گاؤں جو ذیل یہاں سے چلنا چاہیے کیونکہ وہ گاؤں بڑے اور اسکے رہنے والے اچھی طرح ہماری حفاظت بھی کئے ہیں۔ چنانچہ ہم اسکے کہنے کے مطابق دوسرے گاؤں میں چلے گئے اور وہاں نور و زکات مقیم رہے۔ گو اس درمیان میں میواتوں نے اس گاؤں والوں کو بہت کچھ ڈرایا و صمکایا کہ ہم یہاں سے گاؤں پر حملہ کرینگے مگر وہ کچھ خاطر میں نہ لائے اس وقت ہو گیا کہ اگر ہم اس چھوٹے گاؤں میں رہتے تو سب کے سب قتل کر دیئے جاتے اسکے بعد ہمیں اور زیادہ تشفی ہوئی کہ فوج صاحب محسٹریٹ گوڈا گاوہ نے ہڈوں کو مقام سے بھرت پور کی فوج کا ایک پیش گار و ہماری حفاظت اور ہر اہی کیلئے بھیجا اور ہم صاحب موصوف کے پاس پہنچے اور دوائے نیکے پاس بہت آرام ہو ملا۔ وہاں بہت دنوں قیام رہا دہلی کے فتح ہونے کی خبر کے منتظر رہا کرتے تھے اس عرصہ میں متھرا میں بھی فساد ہو گیا اور جو سپاہی ہمارے ساتھ تھے انہوں نے بھی

فسادیوں کا ساتھ دیا۔ اور ہم نے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کے بعد ہم ہارڈی صاحب کے ہمراہ امن و امان کے ساتھ ہوڈل سے ۲۶ رجوں کو آگرہ چلے گئے۔

پہلے صاحب نے ہوڈل سے روانہ ہونے سے قبل راجہ جیم گڑھ سے دوسروں پر نقد اور سواری کے واسطے گونڈے لائے تھے مگر لوہے کے حساب ایک کم تھا مگر پھر بھی آجہ جہا نے بہت بڑی عایت کی تھی۔ (اس آجہ کو فتح دہلی کے بعد بھانسی پڑ گئی)

بارہواں فسانہ

۱۹ اگست کو مین صاحب کی میم دہلی کے فوجی کیمپ میں ایک غازی ساکن سوات کے ہمراہ آئیں گو شہر سے دو غازی ان کے ساتھ چلے تھے مگر ایک مفسدوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا تھا مین صاحب ان فنان لوگوں کی ہیئت و شکل میں بجا کی تھیں۔ مین صاحب موصوف شروع غدر دہلی یعنی ۱۱ مئی سے ۱۹ اگست تک ۳ مہینے قید میں رہیں تھیں۔ ان کا ایک بچہ ان کی گود میں گولی سے مارا گیا تھا۔ اور وہی گولی خود مین صاحب کے بھی لگی تھی۔ زخمی ہونے کے بعد دونوں غازیوں نے ان کی حفاظت کی تھی۔

فوجی کیمپ میں داخل ہونے سے پہلے ایک رات کسی تدبیر سے مین صاحب جمہری دروازہ سے باہر نکل کر گھاس میں چھپے ہیں۔ صبح کے وقت غازیوں میں سے ایک کو بھیجا کہ جا کر دیکھے۔ انگریزی فوج سبزی منڈی میں ہے یا نہیں۔ وہ دیکھ کر گیا اور سارا حال جا کر بیان کیا۔ مین صاحب یہ سب حال سنا کر وہاں سے روانہ ہوئے اور جس قدر تیز چل سکیں چل کر کیمپ میں آ گئیں راستہ میں دشمن کے سنتر یوں نے ایک غازی کو گولی سے مار ڈالا۔ دوسرے غازی اور مین صاحب کا بھی تعاقب کیا مگر جب وہ ہماری گولی کے فٹ نہ پہنچے تو مفسدوں نے پھر آگے قدم نہیں رکھا اور غازی و مین صاحب نے بخیریت سبزی منڈی میں پہنچ کر سجدہ شکر ادا کیا۔

مین صاحب عجیب ذلیل و خستہ حال تھیں۔ ہمارے اکثر سپاہی ان کا حال دیکھ کر بہت روئے اُن کے کوٹے پر ایک زخم تھا اور اُن کا انگوٹھا بالکل گھس گیا تھا۔ کیونکہ قید میں اُن کے انگوٹھے کو باندھ کر ایک جگہ کسٹ یا تھا۔ ہمارے سپاہیوں نے انکی تواضع کی۔ کوئی پانی لایا۔ کوئی شراب لایا

کوئی روٹی لایا کوئی گوشت مگر سیم صاحب نے بوجہ ضعف اور کمزوری کے کچھ کھایا اور نہ پایا۔ تھوڑے عرصہ تک ان کے گرد جمع رہے اور سوالات مختلف کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو دن کر دیا مگر سیم صاحب نے سب کا جملہ طور پر جواب دیا۔ آخر کار کپتان میلی صاحب گئے اور ایک ڈولی منگو کر اُس میں سوار کیا اور بحفاظت تمام اُن کو کمپ میں بھیج دیا۔ وہاں ان کو ایک علیحدہ خیمہ پایا گیا اور تمام ضروریات کی چیزیں ہیا کر دی گئیں۔ شہر سے بھاگنے کے وقت ان کے پاس ایک پُرانا میلہ لکڑی کا تھا جسکو انہوں نے اپنے جسم پر لپیٹ لیا تھا۔ ایک ٹکڑا اور تھا جو ان کے سر پر لپٹا ہوا تھا۔ نہ ہاتھوں میں دستانے تھے اور نہ پاؤں میں ثابت جوتی صرف ایک چمچی پُرانی ہندوستانی جوتی تھی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس سے زیادہ خراب خستہ حالت میں نہیں ہو سکتی تھیں۔

تیرھواں فسانہ

تیسری رات صاحب جن کی ایک ہندوستانی نوکر کی مدد اور اعانت سے جان بچی تھی وہ اپنے بھاگے کا تعجب انگیز واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

میں اور میرے دوست ولیم کلارک صاحب دونوں ایک دو ہنزلہ مکان میں کشمیر بد وازہ رہتے تھے۔ ہم دونوں کی شادی بھی ہو گئی تھی اور تین بچے بھی تھے۔ کلارک صاحب کے بھی ایک لڑکا تھا اور ان کی بیوی حاملہ تھیں۔

اڑیسہ کو صبح نو بجے کے قریب میں دفتر جانے کے لیے تیار تھا کہ بازار میں ایک شور ہوا اتنے میں میرا نوکر آیا اور اس نے کہا کہ چند جھنڈیاں اپنے انگریز افسروں کو قتل کر کے میرے یہاں شہر میں آگئی ہیں۔ ہماری سچے میں کچھ نہ آیا کہ اب کیا کرنا چاہیے چنانچہ گنجی بھی واپس کر دی ہم دو تین گھنٹے مکان پر اور ٹھہرے رہے کہ اتنے میں ایک اور نوکر نے آکر کہا کہ بدعاش جمع ہو کر انگریزوں کو قتل کر رہے ہیں۔ یہ سنکر میری بیوی اور بچوں نے رونا شروع کیا۔ کچھ نوکر دروازہ پر جا کھڑے ہوئے ادباً ایک شخص نے ان میں سے کہا کہ چلو میرے مکان میں چلکر چھپ جاؤ۔ مگر میرا ارادہ تھا کہ میں

باہر جا کر دیکھوں کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں ایک سوٹا ہاتھ میں لیکر گلی میں گیا۔ وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ میں اور آگے بڑھا۔ وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ آخر اس گلی کو طے کر کے دوسرے کوچہ میں گیا۔ اس میں بھی کوئی آدمی نہ تھا۔ صرف ایک بوڑھا آدمی دوکان پر بیٹھا تھا۔ میں تھوڑی دیر وہاں ٹھہر تو سیدھا ہاتھ کی طرف ایک گروہ آدمیوں کا نظر آیا۔ مجھ سے دور تھا اور سوائے غل و شور کے اور کچھ مجھ میں نہ آتا تھا۔ میں اس خیال سے کہ وہ میرے ہی مکان پر آویں گے وہیں تھوڑی دیر کھڑا ہوا اور ان کو دیکھتا رہا اسکے بعد ایک شوگر کی آواز پیچھے سے سنائی دی۔ مڑ کر دیکھا تو ایک گروہ آدمیوں کا میرے دروازہ کے اندر جاتا تھا۔ اور جھک کر دیکھ کر چند آدمیوں کو میری طرف بھیجا یہ دیکھ کر فوراً بائیں طرف بھی ایک آتہ جاتا تھا میں ہاں گھس گیا۔ جہاں سے ایک راستہ بہت بصر سے میرے مکان کی طرف بھی جاتا تھا۔ اس دروازہ پر چند عورتیں اور ایک یا دو آدمی کھڑے تھے مگر انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں کہا وہاں سے بھی آگے بھاگا۔ زیادہ دور نہ گیا تھا کہ دو آدمی اور گلی سے بھاگتے ہوئے نکلے اور میری طرف یہ کہتے ہوئے آئے کہ مارو فرنگی کو ان میں سے ایک کے ہاتھ میں تلوار تھی دوسرے کے پاس لٹھی تھی جب وہ نزدیک آئے تو میں بھی ٹھہر اور تلوار والے کے میں نے ایک ایسا سوٹا سر پر مارا کہ وہ زمین پر گر گیا۔ دوسرے نے میرے سر پر لٹھی ماری مگر میں نے سر جھکا لیا اور وہ لٹھی میرے شانے سے چبوتی ہوئی چلی گئی میں نے چوڑی لٹھی بھرائی تو اس کے زانو پر اس زور سے لگی کہ وہ بھی پیچ مار کر زمین پر گر پڑا اس عرصہ میں لوگ وہاں جمع ہونے لگے اور میں وہاں سے بھی آگے روانہ ہو کر اکیلا کی دوکان پر پہنچا۔ وہاں بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں اور ایک لڑکی کی چھت ٹوٹی ہوئی زمین پر پڑی تھی اس میں میرے لیے کافی جگہ تھی۔ میں اس میں گھس کر بیٹھ گیا۔ اس عرصہ میں چار پانچ آدمیوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ”اُدھر ہی کو گیا ہے“ میں اسے ڈراؤ خوف کے ذرا بھی آرام سے نہ بیٹھ سکا۔ اُنکے جانے کے تھوڑی دیر بعد پھر وہاں کوئی نہ تھا اور نہ اُدھر سے کوئی آدمی گزرا اب مجھے اپنے اہل و عیال اور بیکارک صاحب کے بیوی بچوں کا خیال آیا میں اپنے دل میں سوچتا تھا کہ کیا وہ سیارے گئے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے اپنے دل میں کہا کہ جو کچھ مجھے گھر جانا نہ چاہیے۔ اس خیال نے مجھے دیوانہ بنا دیا۔

ابھی انہی توہمات میں گھرا ہوا تھا کہ دوبارہ اسی راستہ میں شور و غل برپا ہوا اور ایک بڑا کثیر شور مچا کر آواز
انگریزوں کو گالیاں دینا دوسرے گزرا۔ اس عرصہ میں دو تین عورتیں گھر دس سے نکل کر اس جھپٹ کے
پاس آکھڑی ہوئیں۔ انہی گود میں ایک بچہ بھی تھا۔ بچہ اُسکے نیچے (جھپٹ کو) جھانکنے لگا تو کسی نے کوٹھے
سے آواز دی کہ اندر آ کر دروازہ بند کر لو۔ میں ہاں بہت دیر تک چھپا رہا کیونکہ یہ بازار بہت چلتا
تھا۔ میں نے سوچا کہ اس میں ہر جگہ آدمی ملیں گے مگر دوبارہ مجھے اپنے اہل عیال کا خیال آیا اور میں نے
فیصلہ کر لیا کچھ بھی مجھے گھر ضرر جانا چاہیے۔ غرض کہ میں باہر آیا اور ابھی نکلا ہی تھا کہ ایک عورت نے
کہا کون ہو مگر میں نے کچھ جواب دیا اور وہاں سے چل دیا۔ یہ گلی بیچ شہر میں واقع نہ تھی بلکہ شہر کی تفصیل کے
قریب تھی۔ بننے بقال اس میں رہتے تھے۔ بلکہ بنگالی رہتے تھے جن قدر بد معاشر تھے وہ سب
شہر لوٹنے گئے ہوئے تھے۔ مجھے اس راستہ میں صرف دو آدمی ملے اور وہ مجھے جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ
اپنے کو بچاؤ دفعہ مختصر یہ کہ میں اپنے مکان کے پھوڑے تک پہنچ گیا۔ یہاں ایک باغ تھا اور ایک کھڑکی میں سے
اندر گیا۔ اُس وقت چار بجے تھے کہونکہ میں تمام دن اپنی جھپٹ کے نیچے چھپا رہا تھا۔ اس وقت گزر گیا تھا وہاں
بھی میں نے بند تو کوئی آواز سنئی تھی اور ساتھ ہی ایک بہت زور کا دھماکا اور زلزلہ سا بھی آیا۔ جو بعد میں
معلوم ہوا کہ میگرن آڑا گیا تھا۔

عبرت ناک نظارہ

غرض کہ میں اپنے باغ کے اندر آیا تو سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔ مکان کے نزدیک پہنچا تو کرسیاں گلاس
رکابیاں اور کتابیں ٹوٹی بھوٹی اور منتشر پھیلی ہوئی تھیں کہڑوں کے بغیر چل رہے تھے پہلے جدھر توکر رہتے
تھے اُدھر گیا مگر وہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ گائے خانہ کی طرف کچھ رونے کی سی آواز آئی۔ میں گیا تو
دیکھا کہ ہمارا قدیم دھوبی جس نے میں برس تک میرے والد کی خدمت کی تھی پڑا ہے۔ میں نے اُس کا
نام لیکر آواز دی تو اُس نے آنکھ کھولی اور مجھ کو دیکھ کر رو رو کر کہنے لگا کہ صاحب! انہوں نے سب کو مار ڈالا
یہ سنتے ہی مجھ پریش کا سا عالم طاری ہوا اور میں میٹھ گیا۔ دھوبی سے میں نے پانی مانگا اُس نے اپنے گھرتے
لا کر دیا۔ پانی پینے کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا اور کیونکر ہوا۔ پہلے تو وہ خوب رویا۔ پھر کہا

کہ صاحب جب تم چلے گئے تو دونوں میم صاحب اور بچے ایک جگہ خوف کے ماتے بیٹھ گئے کیونکہ گلی کوچوں میں بہت شور ہو رہا تھا اور بند دقوں کی آوازیں بھی آتی تھیں۔ یہ حال دیکھ کر کلارک صاحب نے اپنی شکاری بندوق نکالی اور سکو بھرا میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ کہیں تو دروازہ بند کر لوں مگر انہوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم کو کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ اسکے بعد ایک بڑا سا گردہ لاٹھیاں تلوا ریں اور پرچھیاں لیے ہوئے احاطہ کے اندر آ گیا۔ کلارک صاحب زینہ پر کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں آئے اور کیا چاہتے ہو ان لوگوں نے سوائے گالیوں کے اور کچھ جواب نہ دیا اور کہا کہ ہم ہر ایک فرنگی کو مارینگے صاحب یہ سن کر اندر چلے گئے اور دروازہ نہ بند کیا۔ ان کے پیچھے وہ سب آدمی بھی اندر گھس گئے تو کرب بھاگ گئے صرف میں بگیا جب سب اندر داخل ہو گئے تو کلارک صاحب نے کہا یہ سب چیزیں موجود ہیں لیجاؤ مگر ہم کو نہ مارو لیکن انہوں نے صاحب کو گالی دیکر اور ان کی میم کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیا یہ تمہاری میم ہے، یہ کہہ کر خوب ہنسے اور اب انہوں نے سب سب کو توڑنا پھوڑنا اور لوٹنا شروع کیا۔ ہماری میم صاحب نے تینوں بچوں کو لیکر غسل خانہ میں جا کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ کلارک صاحب میرے پیچھے بندوق لیکر کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں نے بندوق دیکھی تو کہا کہ یہ ہم کو دیدہ۔ ان میں سے ایک شخص میم صاحب کے پاس گیا اور ان کے گالوں کو چھو کر خوش بکنے لگا۔ کلارک صاحب یہ دیکھ کر چلائے اور کہا کہ اوسو اور اُس کو گولی سے مار دیا اور دوسرے کو دوسری گولی سے زخمی کر کے بندوق کی نال سے مارنے لگے۔ یہ دیکھ کر میں نے سمجھا کہ اب یہ لوگ سب کو مار ڈالیں گے۔ میں بھاگ کر غسل خانہ کی طرف گیا کہ میم صاحب کو نکال لیجاؤں مگر وہاں بھی بہت سے آدمی موجود تھے انہوں نے مجھے مارا اور کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ ہم تجھ کو مار ڈالیں گے۔ میں مجبوراً بارغ میں جا کر ایک درخت کی آڑ میں جا بیٹھا وہاں سے میں نے اول بڑا شور و غل سنا اسکے بعد دیکھا کہ وہ لوگ نال اسباب نکال نکال کر چاروں طرف پھینکے رہے ہیں۔ دروازوں کے شیشے بھی توڑ ڈالے اور پھر چلے گئے۔ یہ سن کر تھوڑی دیر تو تجھ پر سناٹے کا عالم طاری رہا پھر میں نے اٹھکھوڑھوٹی سے کہا کہ چلو اندر چلیں۔ مکان میں جا کر باہر کے کمرے میں دیکھا کہ کثر چیزیں لوٹی پڑی ہیں میز پر گلاباڑیوں سے

توڑی گئی تھیں۔ اور سب چیزیں فرش پر بکھری پڑی تھیں۔ مریے، اچار کے ڈھیر لگے ہوئے تھے سیٹک
 تمام پھیلے پڑے تھے اور برائڈنی وغیرہ شرب کی بوتلیں ٹوٹی ہوئی پڑی تھیں اور انکی بدبو تمام پھیل گئی تھی۔
 یہ تمام حالات میرے دل پر نقش ہیں اور ایسے موقعوں پر ہر شخص کو جو بدترین اندیشہ لگا رہا ہو
 وہی خوفناک اندیشہ اور خطرہ مجھ کو بھی تھا۔ اسی اندیشہ میں یہ کہل س کمرہ میں رہا۔ اور ادمعرا دھر دیکھتا رہا
 آخر کار دل کو مضبوط کر کے دوسرے کمرہ میں گیا۔ وہاں جو کچھ نظر آیا حقیقت میں اس کے دیکھنے کے لیے بہت
 مضبوط دل ہونا چاہیے۔ وہاں داخل ہوتے ہی میرا دل خون و حقارت سے بھر گیا۔ سامنے جو
 نظر پڑی تو کارک صاحب کا بیٹا دیوار پر ایک میخ سے لٹکا ہوا تھا۔ اس کا سر نیچے تھا اور خون کے
 فوٹے جاری تھے۔ افسوس دردناک اور وحشتناک قتل انہوں نے ماں کے سامنے کیا ہو گا۔ یہ
 ہیبت ناک نظارہ دیکھ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میرے جسم پر زہریلا ہوا گلیاں چڑھنے لگیں
 دوبارہ میں نے آنکھیں کھولیں تو اس سے زیادہ نا دیدنی اور نفیثہ رہ دیکھنا پڑا یعنی کارک صاحب
 انگلی میں دو نوں پہلو پہلو پڑے تھے اور میں بیان کروں گا کہ قتل یہ منظر دہشتناک اور پرالہم تھا کیونکہ میں پہلے ذکر کر چکا
 ہوں کہ کارک صاحب کی ہم حالہ تھیں اور قریب تھا کہ ان کے اولاد پیدا ہو۔

میں جینے کی آواز سکر تیسرے کمرہ میں گیا اور وہاں سمجھا کہ دھوبی غریب ہاتھ ملکر رو رہا ہے وہ غلغلہ
 کے دروازہ پر کھڑا تھا میں ڈر کر غلغلہ نہ تک گیا۔ مگر اندر نہ جاسکا کیونکہ وہاں چال تھا کہ دشمن کو دیکھنا بھی
 نصیبت ہو میں نے اس کا خیال بھی اپنے دل میں نہیں لاسکا کہ کارک صاحب کی طرح میں بچی بیوی کو دیکھوں میں بدحواس ہو کر
 دو نوں ہاتھ زانو پر کھکھکھ بیٹھ گیا۔ مجھے اس وقت زنا بھی نہیں آیا ایسا ظلم ہوا تھا کہ دل پر ایک سیڑھا قائم ہو جو آنکھوں تک
 آفسوں کو نہیں لے دیتا مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنی دیر وہاں بیٹھا رہا آخر دھوبی نے آکر کہا کہ دھو دی آتے جاتے ہیں
 اب یہاں ہمارا سبب چنانچہ وہی کچھ کر مجھے اپنے گھر لگایا۔ اب شام ہو گئی تھی اور اندھیرا پھیل گیا تھا
 خیال ہوا کہ شاید نوکر واپس آئیں مگر مجھے اب کسی پر اعتبار نہ رہا تھا۔

دھوبی نے مجھ سے کہا کہ آج رات کو میں تم کو اپنے بھائی کے یہاں لیجاؤں گا جو کچھ کی دوسری طرف
 رہتا ہے اور کوئی ایسی تجویز نہ لگاؤں گا کہ تم بھی کسی طرح شہر سے باہر نکل جاؤ بیہوش اور آپ کرنا چاہیں گے میں اس کے

گھر کے اندر جا کر لیٹ رہا اور وہ دروازہ پر بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر پہنچ گئی تھی کہ میاںوں کا ایک گروہ اندر آیا اور خوب قہقہہ لگا کر ہنسے چہینے چلائے اور ایک کھر ٹکی کے راستہ سے باہر چلے گئے۔ میں نے خود سنا کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ: کیا خوب تماشا ہے۔

اب میرے نوکر بھی واپس آگئے تھے۔ اور اس واقعہ کا ذکر آپس میں کرنے لگے اور مجھے اسکی بہت ہنسی ہوئی کہ انہوں نے مجھ کو مقتولین میں خیال کر لیا۔ ایک شخص نے کہا کہ سیم صاحب اور بچوں کا قتل بہت قبیح اور بری بات ہوئی۔ اب روزگار کہاں ملے گا۔ مگر دوسرے نے فوراً جواب دیا کہ وہ لوگ کافر تھے اب شاہ دہلی ہماری پرورش کرینگے۔

میں اسی رات کے بعد بہت آہستگی سے باغ میں گیا اور دھوپ کی کرتی پہنڈاؤڑ معنی اور ٹھیکر یا ہر نکلا اور تمام مقررہ پر پہنچا دھوپ سے ملا۔ مجھے ساتھ لیکر اپنے بھائی کے مکان پر گیا۔ راستہ میں ہر جگہ کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ میگزین کی طرف سے ایک تیز شعلہ بلند ہوا تھا اور فیسل کے باہر بند و قیں چل رہی تھیں جب ہم اس کے بھائی کے مکان کے قریب پہنچے تو دھوپ نے کہا کہ تم چپ چاپ ایک گوشہ میں کھڑے رہو میں اندر جا کر دیکھوں کہ کون کون ہیں۔ چنانچہ یہ امر میرے لئے خوش قسمتی کا باعث ہوا کیونکہ بعد میں معلوم ہوا کہ دھوپ کا بھائی ہمارے قتل سے خوش ہوا کہ اب سب کپڑے اس کے پاس ہیں گے۔ اگر میں اندر چلا جاتا تو وہ ہرگز ہمارے بچانے کی کوشش نہ کرتا بلکہ وہ تو ہمارے قتل پر آمادہ تھا۔ میں اس گوشہ میں بہت دیر تک کھڑا ہوا لکڑا آدمی ادھر سے گزرتے تھے۔ اگر ان کو ذرا بھی خبر ہو جاتی کہ ایک فرنگی ان کے قریب موجود ہے تو خدا جانے کیا کیا دلتیں اٹھانی پڑتیں۔ میں تمام عمر شہر میں رہا ہوں مجھ کو اکثر لوگ جانتے تھے۔ ایلے خوف تھا کہ کوئی پہچان نہ لے اور میری اور دھوپ کی بے ترتیبی سے کوئی شناخت نہ کر لے اس شیش و پنج میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ اب صبح ہونے لگی اور اس خیال سے کہ اب پردہ کھل جائیگا اور زیادہ اندیشہ ہوا۔ آخر دھوپ نکلا اسکے آگے آگے ایک بیل کپڑوں سے لدا ہوا جارا تھا۔ مگر وہ میری طرف نہ آیا بلکہ سامنے آگیا۔ دوسری گلی میں چلا گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے افسوس ہوا کہ دیکھو یہ بھی مجھے چھوڑ چلا بغیر قسمت میرے وہ جوگا لیکن اس کی خدمت اور ایسا نداری کا خیال آیا تو دل نے کہا کہ یہ اس وجہ سے میری

طرف نہیں آیا کہ کسی کو میری طرف سے شبہ نہ ہو۔ یہاں تک کہ دھوبی دوڑ نکل گیا۔ اس وقت میں اٹھا اور اس کے پیچھے ہویا۔ وہ آگے آگے جاتا تھا اور میں کچھ پیچھے پیچھے جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس گلی سے باہر نکل آئے جس میں اس کا بھائی رہتا تھا۔ اس کے بعد وہ ٹہر گیا اور اشارہ سے بھگو بلایا۔ میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ میرا بھائی بے ایمان ہے وہ کبھی تم کو نہ بچاتا اور میں اس بھانہ سے نکل آیا ہوں کہ ایسے وقت شہر میں رہنا مناسب نہیں جبکہ چاروں طرف شہر میں فساد برپا ہے۔ میں تو یہاں نہیں رہوں گا اور گاؤں جاتا ہوں چنانچہ ہم دونوں شہر کی فہیل سے باہر نکل گئے اور کسی نے بھگو نہ روکا۔ ہم سڑک کے راستے سے تین میل کے قریب گئے ہوں گے کہ دھوبی نے مشورہ دیا کہ اب کرناں جانا مناسب ہے کرناں کا راستہ وہاں سے دور تھا اور ہمیں تمام شہر کا چکر کاٹ کر وہاں پہنچنا تھا غرض کہ ہم اس طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں بہت سے آدمی ملے مگر کوئی نہیں لایم آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور قریب شام کے کرناں کے رہتے پہنچے یہاں ساحلہ کی کچھ اور تھا جو لوگ کرناں جاتے تھے۔ ان کی تلاشی لی جاتی تھی چنانچہ مفسدین نے بھگو گھیر لیا اور کہنے لگی یہ بورٹھا آدمی بڑا ہوشیار مال غنیمت لئے جاتا ہے۔ دھوبی نے بلاتالان سے کہا کہ میرا بوجھ دیکھ لو جب نہیں دیکھ لیا اور کچھ نہ پایا تو ہم لوگوں کو چھوڑ دیا۔ اب میں دھوبی سے کہا کہ آئندہ اگر کوئی گروہ مفسدین کا ملے تو پہلے ہی سے کہنا چاہیے کہ جاؤ فرنگیوں کو لوٹو اور اس واقعہ (فساد و قتل و غارت) کا ذکر ہمیں مذاق سے کرنا چاہیے۔ چنانچہ آئندہ سے اسنے ایسا ہی کیا جسکی وجہ سے پھر کسی نے ہم پر شبہ نہیں کیا۔

دوسرے روز ہم بہت سویرے اندھیرے ہی سے میل پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے تیسرے روز ہم ہندوؤں کے ایک مندر کے قریب پھٹے اور ایک پیل کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ وہیں ایک بڑا ملا صاحب اور ایک گوشائیں وہاں آکر ٹھہر گیا۔ اس کے بعد دھوبی کھانا لینے گیا۔ چونکہ ہوا مضر چل رہی تھی میں سو گیا جب دھوبی کھانا لیکر واپس آیا اور مجھے جگایا تو اس سے گوشائیں نے کہا کہ میں جانتا ہوں یہ فرنگی ہے۔ ہم نے اس کی بہت عاجزی اور خوشامد کی اور کہا کہ ہم پر تم کرد گوشائیں نے کہا جاؤ میں کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ اب میں زمانہ لباس سے تنگ لگیا تھا اور مجھ کو شرم معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اس خیال سے کہ اتنے دہلی سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ یہاں کوں تکلیف دیگا لباس تبدیل کریں یعنی دھوبیوں کا مردانہ لباس

پہن لیا راستہ میں اکثر کھاؤں لے ہو گئیاں اور طے دیتے تھے مگر کسی نے ہو جہانی تکلیف نہ دی۔

راستہ میں نے دیکھا کہ ایک لاش قید کی ہوئی پڑی ہو اور جب میں نے دیکھا کہ ایک گدہ ہوتا ہوا اس لاش کی طرف اڑتا ہوا جا رہا ہے تو مجھے بھی رنج ہوا۔ میں اس لاش کے پاس گیا تو ایک اور جوان العزیز کی لاش اس کے برابر پڑی ہوئی تھی جس کا سرن سولہ برس کے قریب تھا اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو لایچوں سے مارا ہے میں نے اس کو دہاں دفن کیا مگر قبر برائے نام تھی توڑی سی ریگدہ و دھڑا دھڑا سے مگر لاش رکھ دی اور وہی ریت پھر اس پر ڈال کر دیا دیا۔ افسوس۔

راستہ میں میں نے سنا کہ چند انگریز آگے جا رہے ہیں چنانچہ میں نے کوشش کی کہ ان سے جا ملوں مگر ان تک پہنچ سکا۔ اس فساد سے پہلے ہی میری ٹانگ بنی تھا۔ اب جو گری اور بیٹی میں پیدل چلنا پڑا تو اور زیادہ ہو گیا تھا۔ اکثر مجھ سے چلا نہ جاتا تھا تو میں پاؤں گسیٹ گسیٹ کر کھٹا کھٹا کر چلنا ضرور تھا اگر موقع نہ ہوتا تو میں کبھی ایسی تکلیف گوارا نہ کرتا مگر جان کی حفاظت کا خیال اس قدر قوی ہوتا ہے کہ خواہ کیا ہی سخت اور تکلیف دہ امر ہو انسان اس کے واسطے سب جھیل لیتا ہے۔

دہلی کی روانگی کے چھ روز بعد میں کنال پہنچا وہاں مجھے آرام ملا چونکہ اب جان کا فکر و اندیشہ دور ہو گیا تھا مجھے کچھ ہوش آئے لگا کر اس فکر سے نجات ملی تو بجا رہنے لگا تو دبا دبا اور فبت سترم تک پہنچی۔ مگر اب مجھے کچھ افادہ ہے۔ ۱۲ مئی کو ایک فقیر میرٹھ میں آیا اس کے ساتھ ایک انگریز کا بچہ تھا جس کو اس نے جہان سے ڈیٹے ہوئے نکالا تھا میرٹھ آئے تک اس بچہ کی وجہ سے غریب پرکئی جگہ مار پڑی اور تکلیفیں دی گئیں مگر اسے بچہ کو نہیں دیا میرٹھ میں کر جب حکام کے حوالہ کیا تو اس قسمت و حفاظت کے معاوضہ میں اس کو ایک سو روپیہ کی گرانقدر رقم دیئے گئے مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا مگر یہ درخواست کی کہ ایک کنواں اس کے نام سے جو اودیا جائے تاکہ اس کا نام یاد گار رہے۔ خوش کہ اس فساد میں نہایت سخت و حیانہ ظلم و ستم کیے گئے بچے رحم مادر سے نکالے گئے۔ ننھے ننھے بچے تلوار اور نیزوں کی ٹوک پر اٹھا کر بازاروں میں فخریہ پھرائے گئے عورتوں کو برہنہ کر کے نہایت ذلت و خوار سے قتل کیا گیا اور اس وجہ سے خانے فسادوں کو ذلیل کیا اور انگریزی حکومت بھر قائم ہو گئی۔

تمام شد

حضرت مولانا خواجہ حسن نظامیؒ کی تصنیفات

غدر دہلی کے افسانوں کا پانچواں حصہ { اس مجموعہ میں وہ خط و کتابت شائع کی گئی ہے جو غدر
گزشتہ کا شدہ خطوط ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ بادشاہ اور غدر کرنا والوں

کے درمیان ہوئی اور جس کو قلعہ دہلی سے انگریزوں نے گرفتار کیا۔ ۱۵۲ صفحہ کی کتاب ہے
کاغذ بھی اچھا ہے، لکھائی اور چھپائی بھی۔ اس کتاب سے غدر کی تمام خفیہ کارروائیاں نظروں کے
سامنے آجاتی ہیں۔ اور غدر کے ہر ممبر کا طرز عمل علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے
نہایت دلچسپ، اور نہایت مؤثر ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (۴)

غدر دہلی کے افسانوں کا چھٹا حصہ { یعنی غدر ۱۸۵۷ء کے ان اخبارات کے اقتباسات
”غدر دہلی کے اخبار“ جو زمانہ غدر اور اس سے پہلے شائع ہوتے تھے اور

جن پر انگریزی گورنمنٹ نے یہ الزام لگایا تھا کہ بغاوت کرنے میں ان مضامین کا دخل بھی
اب ان سب کا مجموعہ ایک جگہ شائع کیا گیا ہے ضخامت ۲۸ صفحے۔ لکھائی چھپائی نفیس، کاغذ نہایت
اعلیٰ درجہ کا۔ قیمت چار آنے (۴)

غدر دہلی کے افسانوں کا ساتواں حصہ { یہ انہی صفحہ کی کتاب ہے، لکھائی چھپائی اور کاغذ
”غالب کا روزنامہ غدر“ عمدہ ہے۔ اس میں شاعری کے آفتاب نواب

اسد اللہ خاں غالب کی تحریریں احوال غدر کے متعلق جمع کی گئی ہیں اور غالب کی مشہور تاریخ
غدر ”دستیوں“ کا اردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ ایک تو بیان غدر

اس پر غالب کا طرزِ ادا یہ معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ منہ سے بول رہے ہیں۔ نہایت
دلچسپ۔ بہت عبرت انگیز، اور حسرت خیز۔ قیمت بارہ آنے (۱۲)

ملنے کا پتہ ہے۔ کارکنِ حلقہ مشائخ فک ڈپو۔ دہلی

حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی غلطہ کی تصنیفات

غدر دہلی کے افسانوں کا آٹھواں حصہ { اس میں غدر ۱۸۵۷ء کے وہ معتبر تاریخی حالات
دہلی کی جاں کنی { ہیں جو دہلی والوں کو پیش آئے۔ لکھائی چھپائی
اعلیٰ درجہ کی کاغذ بھی عمدہ۔ تصاویر نہایت نفیس

اور بالکل صلی۔ ایسی کتاب جس میں دہلی کے درونماک مصائب کا تاریخی بیان ہو، اور خود
انگریزوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے حوالہ دیکر جمع کیا گیا ہو کوئی نہیں چھپی۔ عام لوٹ، عام
قتل اور چھانسیاں، بہادر شاہ کی گرفتاری کا قصہ۔ اُن کے لڑکوں کا قتل کیا جانا
اور ہڈیوں صاحب کا خون پینا۔ عورتوں کا ڈوب ڈوب کر مر جانا۔

ہیں بہادر شاہ بادشاہ۔ شہزادہ جواں بخت۔ میرزا فخر و ولیعہد۔ میرزا مغل
کمانڈر انچیف۔ حکیم اسد اللہ خاں۔ نواب حامد علی خاں۔ مرزا الہی بخش۔ نواب
محبوب علی خاں اور بادشاہ کے دربار عام کی تصاویر بھی ہیں۔ اور بہادر شاہ
کی وہ درونماک تصویر بھی ہے جو بحالت قید رنگون میں اس وقت لی گئی
تھی جبکہ وہ جاں کنی میں مبتلا تھے، اور جس کے چند منٹ بعد وہ مر گئے۔
قیمت صرف ایک روپیہ (عمر)

غدر دہلی کے افسانوں کا نواں حصہ { ابھی حال میں چھپا ہے۔ نہایت دُر ناک
دہلی کا آخری سانس { مؤثر و معتبر حالات اس طرح ادا کیے
گئے ہیں کہ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو

نکلنے لگتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عمر)

ملنے کا پتہ:۔ کارکن جلقہ مشائخ بکڈ پو دہلی

غز دہلی کے افسانوں کا تیسرا حصہ

محاصرہ دہلی کے خطوط

جن کا

مصو فطرت خضریت خواجه نظامی نے

انگریزی سے ترجمہ کرایا

شوال ۱۳۳۳ء مطابق اپریل ۱۹۱۵ء میں تیسری بار

ابن عربی کا رکن حلقہ مشائخ دہلی نے

محبوب المطالع برقی پریس دہلی میں

چھپوا کر شائع کئے

دیباچہ سیم دوم

اکتوبر ۱۹۱۹ء میں یہ رسالہ پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا، پھر اگلے
میں دوبارہ چھپا اور اب سہ بار اپریل ۱۹۲۵ء میں شائع
غدریہ ملی کے افسانوں کے اٹھ حصے شائع ہو چکے۔

اور یہ تفسیر احسن ہے

مقابل

عجب

کا

میرا خیال ہے کہ اس رسالہ سے انگریزی کلمہ
ہوتی ہے جو سلسلہ غدر میں بہت ضروری چیز سمجھی جا-
ان حصوں کو تاریخی نظر سے پڑھیں گی تو ان کو یہ رسالہ جو

حسن نمط نامی

دہلی، حجرہ سیرا

دیکھا حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی

اپریل ۱۹۲۵ء

یا معین

ہوا کل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محاصرہ دہلی کے خطوط

ذیل میں من خطوط کا اردو ترجمہ شائع کیا جاتا ہے جو غدر دہلی ۱۸۵۷ء کے محاصرہ کو وقت انگریزی افسران فوج نے مسٹر جارج کارنک بارش کے نام بھیجے تھے، مسٹر بارش اس زمانہ میں دریائے ستلج کی مغربی ریاستوں کے کاشنر تھے،

ان خطوط سے غدر دہلی اور محاصرہ دہلی کے حالات بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اور دہلی کا تاریخی یادداشت رکھنے کا جن لوگوں کو شوق ہے ان کو ان خطوط میں پوری دلچسپی کی کیفیت حاصل ہو سکتی ہے،

جس طرح دہلی کے انگریز افسروں کو اس کے پایہ تخت مقرر ہونے کے بعد سے رات دن یہ خیال رہتا ہے کہ دہلی ہر اعتبار سے آراستہ شہر ثابت ہو، اسی طرح باشندگان دہلی پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے شہر کی ترقی میں حصہ لیں۔

شہروں کی ترقیاں صاف اور کشادہ سڑکوں سے، پختہ شاندار اور خوبصورت عمارتوں سے، ہر سے بھرے دلکش باغوں اور پارکوں سے، لچھے اور وسیع کتب خانوں سے، اور باشندوں کی تجارتی صنعتی اور علمی فروغ سے معلوم ہوا کرتی ہیں۔

۱۸۵۷ء میں خصوصاً شہنشاہ اعظم گنگ جارج کے اعلان و بارے دہلی کو بطور ہندوستان کا پایہ تخت قرار دیا تھا، اسی وقت سے تمام انگریز افسران دہلی اس شہر کی آرائش و سجاوٹ میں مصروف نظر آتے ہیں، خصوصاً انریبل مسٹر ہنری سائی چیف کاشنر دہلی کو دہلی کی ترقی کا بہت خیال رہتا تھا، اور ان کے عہد میں دہلی کی سڑکوں اور عمارات ہی نے ترقی

نہیں کی بلکہ علمی شاخوں میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہونے لگا چنانچہ ہارڈنگ لائبریری کا قیام اور اس کی افزودنی آئریبل موصوف ہی کے زمانہ میں ہوئی، اور لال قلعہ دہلی میں تاریخی عجائبات کا ذخیرہ ہیا کیا گیا، اور آئریبل موصوف کی بیع نظروں نے ایک بہت ہو نہا راود لائق نوجوان مسٹر ظفر حسن بی۔ نے کوان عجائب آثار قدیم کا نگراں مقرر کیا، مسٹر ظفر حسن علوم قدیم کے ماہر اور بڑی گہری جستجو سے علمی باتوں کو فراہم کرنے والے ثابت ہوئے اور قلعہ دہلی کے عجائب خانہ میں تاریخی نایاب اشیاء کا ایک معقول سرمایہ جمع ہو گیا۔

اسی زمانہ میں جب کہ مسٹر ہیلی دہلی کے چیف کسٹرن تھے میں نے دہلی کی ایک مختصر نگاہ لکھی اور مسٹر ہیلی نے اس کو پسند فرمایا اور اور اس کے بعد ہی مسٹر ہیلی نے جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب خلف جناب شمس العلماء مولانا ذریعہ احمد صاحب مرحوم سے دہلی کی ایک مفصل و مبسوط تاریخ لکھنے کی فرمائش کی اور مولانا نے کمال محنت و تلاش سے اس کو مرتب فرمایا جو آجکل چھپ رہا ہے اور دہلی کی سب سے بڑی یادداشت تاریخی اس کتاب میں فراہم ہوئی ہے۔

اب جبکہ مسٹر بیرن چیف کسٹرن مقرر ہوئے دہلی کی ترقی کا پہلے سے بھی زیادہ اہتمام ہو رہا ہے، کیونکہ اب ان کو بھی اس شہر کی ناموری اور عزت و ترقی کا بہت خیال ہے، پس ایسی حالت میں باشندگان دہلی کو بھی اپنے شہر اور اپنے حکام کی مدد میں حصہ لینا ضروری ہے چنانچہ میں نے اسی نیت سے ارادہ کیا کہ دہلی کی تاریخی باتوں کو اردو زبان میں جمع کر کے شائع کروں اور اپنے نامور شہر کی تاریخی چیز کو منظر شہرت پر لاؤں۔

محاصرہ دہلی کے ان خطوط کی اشاعت اسی مقصد کے ماتحت تصور کرنی چاہئے۔

اس سلسلہ کو میں اس مختصر رسالہ تک محدود رکھنا نہیں چاہتا، بلکہ غدر دہلی کے تمام تاریخی حالات کو ایک ایک کر کے رفتہ رفتہ شائع کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ ان خطوط کے بعد بہادر شاہ کا مقدمہ اور وہ خط و کتابت شائع کیا جائے گی جو غدر کے باغیوں یا دہلی کی رعایا یا بہادر شاہ کے لڑکوں اور بہادر شاہ کے درمیان ہوئی۔

یہ چیز بھی دہلی کی تاریخ میں ایک عجیب اضافہ مانی جائیگی، اس کے بعد خدا کو منظور ہو تو اسی طرح مسلسل اپنے مشہر کی علمی ترقیوں میں اپنی فرصت و لیاقت کی موافق کام کرنا اپنا فرض سمجھیں گے۔

دہلی سے التماس

اپنے شہر والوں سے یہ التماس کرنے کا مجھے حق حاصل ہے کہ ان میں کا ہر شخص دہلی کی عزت اور ترقی کا خیال کرے۔

صفائی کی ضرورت :- ہم کو صفائی کے معاملہ میں میونسپل کمیٹی اور حفظان صحت کے افسروں ہی کی امداد پر حصہ نہ رکھنا چاہئے، بلکہ ہر باشندہ دہلی خود اپنے گھر اور اپنی دوکان کی صفائی کا خیال رکھے اور سڑکوں اور بازاروں کی صورت ایسی آئینہ کی طرح شفاف نظر آئے کہ سیاحوں کو دہلی پر طعن کرنے کا موقع نہ ملے۔

کمیٹی ترقی دہلی کے نام سے باشندگان شہر کی ایک انجمن قائم ہو جو اتوار کے اتوار جلسہ کیا کرے اور دہلی کی ضروریات ترقی پر غور کر کے ہر شخص ایک ایک کام اپنے ذمہ لے لے (۱) مسافروں سے اچھا برتاؤ کرنے کا انتظام ہو (۲) مسافروں کو اچھا کھانا پینا کرنے کی دو ٹوکلیں کھلیں، اور جہاں خراب کھانا فروخت ہوتا ہو اس کی شکایت میونسپل کمیٹی سے کجائے (۳)

اچھی سواریاں مہیا کی جائیں جن سے شہر کی رونق اور عزت بڑھے (۴) سڑکوں اور ہوٹلوں کی نگرانی ہو تاکہ وہاں مسافروں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ ہونے پائے جس سے دہلی بدنام ہو، اور سیاح دہلی کی نسبت بد خیال دل میں لیکر جائیں (۵) جگہ جگہ کتب خانے قائم ہوں (۶) جو نامور شخص دہلی میں آئے اس کی قدر و منزلت و تعمیر مقام کا بندوبست ہو اگر سے تاکہ وہ شہر کی زندگی

کا خیال دل میں لیکر جائے (۷) شہر کے میلوں اور تقریبی جلسوں کو صلی شان سے زندہ کیا جائے (۸) قدیمی کھانے پکانے والوں کی ہمت افزائی ہو (۹) دہلی کے قدیمی جہاں مشاہیر و زندہ کوٹھ

غرض اس قسم کے ہزاروں کام ہیں جو ترقی دہلی کی کمیٹی کر سکتی ہے میں نے اس کتاب میں

سرسری اشارہ کر دیا ہے۔ تاکہ حکام دہلی اور باشندگان دہلی اپنا فرض پہچانیں۔ خطوط محاصرہ دہلی پر ایک منظر

اب میں ان خطوط پر ایک نظر ڈالنی چاہتا ہوں۔ ان خطوط میں بظاہر کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوئی۔ اور غور کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ شاید ان کے اندر کی کچھ باتیں کم کر دی گئی ہیں۔ یعنی اصلی قلمی خطوط میں اس مطبوعہ عبارت کے سوا کچھ اور مضمون بھی ہو گا جو عوام کے قابل نہ سمجھ کر قلم زن کر دیا گیا۔

یہ خط ایک ہولناک وقت کی یادگار ہیں جبکہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے انگریزوں اور انکی باغی فوجوں کو تہلکہ میں ڈال دیا تھا۔ یہ تہلکہ حکام انگریزی اور ان کی افواج تک محدود نہ تھا بلکہ رعایا پر بھی اس کا اثر پڑا تھا۔ رعیت کے جواہر ادغدر میں شریک ہو گئے تھے انکو تو یہ خوف تھا کہ دیکھتے اگر ہم کامیاب نہ ہوں اور انگریزوں کا دوبارہ غلبہ ہو گیا تو ہم کو کسی کسی سزایا دی جائے گی اور جو لوگ شریک بغاوت نہ ہوئے تھے ان کو غارت پیشہ لیٹیروں کا ہر وقت خوف لگا رہتا تھا جنہوں نے سارے ملک میں آفت مچا رکھی تھی۔ ابتدائی خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی بھی اس وقت ہمہ دبیم کی حالت میں تھے اور ان کو اپنی نجاتیابی کا پورا یقین ہو سکتا تھا۔ ایک خط سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی شخص نے دہلی کی فصیلوں کو بودا اور کڑو سمجھ کر محاصرہ کرنے والی انگریزی فوج پر طعن کیا تھا کہ اس نے اب تک ہلی کو کیوں فتح نہ کر لیا لیکن محاصرہ کی فوج کے افسر یہ جانتے تھے کہ دہلی کی فصیل بادی ثابت نہ ہوئی اور اس فیصل سے زیادہ توپوں کا مقابلہ کیا ہر شخص جو ان خطوط کو پڑھے گا انگریز افسروں کی ہمت کا قائل ہو جائیگا۔ انہوں نے کثیر توپوں اور بے شمار باغی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ اور ہمت نہ ہاری۔ اگر وہ بغاوت کی عام حالت کو دیکھ کر گھبرا جاتے اور انتظام نہ کرتے تو ایک انگریز بھی ہندوستان میں زندہ نہ بچتا۔ ان خطوط سے انگریزوں کی دلیرانہ خصلت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ کسی تعداد کی سپہ سالاری سے

اور کمی و فاقہ اپری سے فرمانہ گھبراہٹ اور آخر تک مستقل مزاج بنے رہے۔ اور یہی چیز تھی جس نے ان کو آخر کو فحیاب کر دیا۔

یہ خطوط اس تاریخی نکتہ کو بھی ظاہر کرتے ہیں جو انگریزوں کے دوبارہ قبضہ ہندوستان کا راز ہیں۔ اور وہ صرف یہی ہے کہ تمام ملک کے انگریز باوجود خط و کتابت کی مشکلات کے ایک دوسرے کے مشورہ سے فائدہ اٹھاتے۔ اور ایک دوسرے کی مدد حاصل کرتے تھے چنانچہ محاصرہ دہلی کے انگریز افسروں نے جو وقتاً فوقتاً مسٹر بارٹس کو یہ خطوط بھیجے وہ اس بات کی شہادت ہیں کہ ہر انگریز اپنے خیالات مسٹر بارٹس پر ظاہر کرتا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر بارٹس کی پوزیشن محاصرہ دہلی کے وقت ایچ محاصرہ کو بہت ضروری نظر آتی تھی۔ کیونکہ مسٹر بارٹس پر پنجاب کی ریاستوں اور پنجاب کی رعایا کا وفادار رکھنا اور پنجابی ریاستوں سے فوجوں اور سامان کی مدد حاصل کرنا اور محاصرہ دہلی کی مادی اعانت کرنے کا بوجھ تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ محاصرہ دہلی کا ہر انگریز افسر ان کو فوجی حالت اور فوجی ضروریات سے آگاہ کرتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ مسٹر بارٹس پر محاصرہ کی افواج سے زیادہ ذمہ داری کی مشکلات کا بار تھا۔ اور وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں ایسے لائق ثابت ہوئے کہ ایک طرف مغربی ریاستیں پنجاب کی وفادار ہیں اور دوسری طرف محاصرہ دہلی کی افواج کو مسلسل مدد دیتی ہیں۔ ان خطوط سے ایک تاریخی قصہ پر روشنی پڑتی ہے جو دہلی میں بہت مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ دہلی والے حکم حسن احمد خان صاحب پر شبہ کرتے ہیں کہ وہ انگریزی افواج کے قلعہ اور بہادر شاہ کے دربار اور شہر دہلی میں جاسوس تھے مگر ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم صاحب پر پورا اعتماد انگریزی افسروں کو نہ تھا اور وہ ان کی خیر خواہی پر شبہ کی نظر رکھتے تھے۔

حکم صاحب نے دہلی اور رعایا کی بہتری اسی میں بھی تھی کہ دوبارہ انگریزی تسلط قائم ہو جائے تاکہ باغی فوجوں کے مظالم ختم ہوں۔ اس واسطے ممکن ہو کہ انہوں نے انگریزی افواج کو کچھ مشورے دیے ہوں۔ مگر وہ بہادر شاہ اور دہلی کے غدار ہرگز نہ تھے اور انہوں نے

غائب ایسی کوئی بات نہیں کی جس سے دہلی کو نقصان پہنچتا۔

بہادر شاہ کے مقصد میں بھی ان کی شہادت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچ اور بے لاگ باتیں کرتے ہیں۔ اور ان کو نہ انگیزیوں کی رعایت منظور ہے نہ بہادر شاہ کی باقی غیب کی علم خدا کو ہے۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنے شہر واسے کو بدنامی سے بچاؤں۔

سبز پوش عورت یا سٹریٹس سے انبالہ کے دہلی کشتہ کو خط لکھتے وقت جس قیدی عورت کا حوالہ دیا ہے اس کی کیفیت اہل دہلی کے لئے تعجب خیز ہونی چاہئے غدر و بغاوت سے محکوم اور اہل دہلی کو قطعی اتفاق نہیں ہے اور اس لحاظ سے ہم اس سبز پوش شخص کی ذرا بھی تعریف نہیں کرنی چاہتے۔ لیکن اس معاملہ میں ایک دوسرا پہلو بھی غور کرنے کا ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دہلی کی عورت کیسی بہادر تھی۔ جو ہتھیار باندھ کر میدان جنگ میں گئی اور انگریزی فوج سے شلیم کر لیا کہ وہ اکیلی پانچ مرد سپاہیوں کی برابر ہے۔

گو اس عورت کا کام اچھا نہ سمجھا جائے مگر اس کی ذاتی بہادری اور دلیری پر اہل دہلی فخر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور ان کو فخر کرنا چاہئے۔

بہادر شاہ کا سقمہ ہمہ اور خاصہ دہلی کے اندر انی خطوط وغیرہ بھی منقریب شائع ہونگے۔ بفضل امید ہے کہ ان خطوط کو دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں بہادر شاہ کا مقدمہ اگر فتنہ خطوط غدر دہلی کے اخبار کے نام سے چاکر تاشا شائع ہوگئی ہیں۔

بہمن سید دہلی

جون ۱۸۵۷ء

حسن نظامی

مراسلہ نمبر ۱

جیسے جنرل سر سہری برنارڈ کمانڈر انچیف نے جارج کارنگ بارنس (جو دریائے
ستلج کی مغربی ریاستوں کے کنفرس تھے) کے نام ۱۲ جون ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا
از کیسپ بالاسے دہلی، مورخہ ۱۲ جون ۱۸۵۷ء
مافی ڈیر بارنس

میں یہاں سے ابھی تک دہلی کی جانب دیکھ رہا ہوں اور ہر گھڑی مجھے یہ امید ہوتی
ہے کہ ہماری توہیں قلعہ کی دیواروں کی توپوں کو خاموش کر سکتی اور مجھے اس قابل بنا سکتی ہیں کہ
کامیابی کی معقول امید کیساتھ قریب پہنچ کر اس مقام پر قبضہ کر لیں لیکن ان (باغیوں) کی توپوں
کی زیادتی میری ہمت بہت کٹے دیتی ہے پس اب (جیسا کہ واقعہ ہے) میرے سامنے (اور
مجھے کسی چیز کا خوف نہیں) سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں کہ میں ایک اچانک اور زبردست
حملہ کر دوں اور ان روشن راتوں میں یہ کام آسان نہیں معلوم ہوتا۔

میں صرف چھ توپوں کا انتظام کر سکا ہوں۔ اور ان کے چلنے والے بھی بالکل نا تجربہ
کا ہیں۔ یہ (باغی) حیوان تقریباً ہر روز باہر نکلتے ہیں اور دو دفعہ تو میں نے انہیں غاصی کی
کیساتھ واپس بوجھا لیکن میرے سپاہی بھی ضائع جاتے ہیں۔ اور اس لئے مجھے انکی بہت
کچھ ہمت افزائی کرنی پڑتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ سے لیکر اب تک اوپر تلے چھوٹی
چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں دو آٹھویں تاریخ کے بعد سے اپنے نقصانات کا اندازہ دو ہزار
سے زیادہ کرتے ہیں لیکن مجھے شک ہو کہ اس میں وہ تعداد شامل نہیں کی گئی جس کا یہ نہیں لگتا
جب آپ محفارت آمیز طرفہ سے دہلی کی فسیلوں کا ذکر کر رہے ہو تو میں نہیں سمجھ سکتا

۱۸ جون ۱۸۵۷ء کے مسئلے کے نیچے جو نوٹ درج ہے، اچانک اور زبردست حملہ کے سلسلہ میں اس سے مقابلہ
کرنا چاہئے۔ روشن راتوں سے مراد وہ راتیں ہیں جن میں لوگوں کے شعلوں نے روشن کر دیا ہو مان الفاظ سے
چاندنی راتیں نہ سمجھنا چاہئے۔ مترجم۔

کہ اس سے آپ لوگوں کا مقصد کیا تھا۔ ۲۴ پونڈ وزنی گولہ پھینکنے والی توپوں باغیوں کے
برجوں میں ہر جگہ نصب ہیں اور ان کے پیچھے قلعہ تیار، ہزار سپاہی بھی موجود ہیں ایسی حالت
میں داخلہ آسانی کیساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور میرے انجنیئر کہتے ہیں کہ ہم باقاعدہ خندقیں
بنا کر قلعہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور میرے توپخانہ والے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ان توپوں کو
جو میرے پاس ہیں نہیں چلا سکتے۔ پس اب میرے پاس ایک تدمیر رہ گئی ہے اور اسے بھی
پوری طرح آزمایا جاسکتا ہے۔ اگر اس میں ناکامیابی ہوئی تو میرے پاس کوئی محافظ فوج
باقی نہ رہے گی اور یہ (گویا) بالکل تباہی کے آثار ہوں گے۔ ہندوستان کے لئے کوئی
بات کم مضرت رساں ہے۔ یہ کہ امدادی فوج (کمک) کے انتظام میں تضرع اوقات کی جائے
یا ناکامی کے خطرہ کو برداشت کیا جائے؟

وہ باغی اپنی دوسری آمد (حملہ) کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اس لئے مجھے اپنے
مراسلہ کو (جلد) ختم کر دینا چاہئے۔ مسٹر بارش سے میرا سلام کہہ دیجئے
اب کا صادق۔ ایچ۔ ایچ۔ برنارڈ

مراسلہ نمبر ۲۔ جسے جنرل سر ہنری برنارڈ نے جارج کارنگ بارش کے نام، ۱۶ جون
۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

۱۶ جون ۱۸۵۷ء

مائی ڈبر بارش

کبھی غیر معمولی رستم کے بے حس شخص نے میری برساتی غائب کر دی۔ یہ میرے
پاس فقط ایک ہی تھی۔ ہمارے بنگلہ میں دو صندوق ہیں جو معمولی دیو دار کی لکڑی کے بنے
ہوئے ہیں اور ان کے اندر ٹین منڈا ہوا ہے۔ سب سے چھوٹے میں ایک بہت بڑا بھورے
رنگ کا جینٹل کوٹ رکھا ہوا ہے اگر آپ برائے ہر باغی کس کہول کر کوٹ میرے
پاس پہنچیں تو آپ میرے ساتھ بہت بڑی نیکی کریں گے۔

فی الحال ہم دہلی کے سامنے پڑے ہوئے ہیں جیسا کہ کسی نے مذاقاً کہا ہے ہم ابھی تک دہلی کے عقب میں ہیں جو دیواریں (فصلیں) کہ میدانِ توپوں کے ذریعہ منہدم کچانے والی تھیں، وہ ۱۸ پونڈ وزنی گولوں کے مقابلہ میں جوں کی توں نہایت مصبوطی سے قائم ہیں۔ ہم عمل پر گولہ باری کرتے رہتے ہیں اور ابھی تک کئے جا رہے ہیں۔ راتقلز پلٹن کے ایک گوشے نے ایک ہندوستانی سپاہی کو نشانہ بندوق بنایا اور اس کی ۴۷ اشرفیاں بھی چرائیں مجھے امید ہے کہ انگور باقاعدہ پک رہے ہیں۔

انہوں نے ہمارے کوئی حملہ نہیں کیا اور اسلئے میرا خیال ہے کہ وہ کچ حملہ کریں گے اور پھر ایک اور چھپت کھائیں گے۔

ہڈسن کو زکام ہے اور ہلکی سی سوجن بھی ہے لیکن آج کسی قدر افاقہ ہے گریٹ ہیڈ کے صاحبزائے کو بھی ہلکا سا بخار ہو گیا تھا۔ مگر اب حالت بہتر ہے میرے دو صاحبزادے کو جو چاند ماری کے اسکول میں تعلیم پڑا تھا اب کانڈر میں بھرتی کر دیا گیا ہے۔

ایک عداوت کسرپٹ کے بہترین باغی کو بادشاہ کی خدمت میں تختہ نذر کرنے کیلئے کل دہلی لے گیا تھا۔ کرنل تھیں سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگ ہماری پوجا کرنے کیلئے ابھی تک نہیں لے جنرل ریڈ بہتر ہیں اور اس لئے وہ اب اپنے سفر واپسی پر روانہ ہو جائیں گے

میری خواہش ہے کہ وہ میرے جنرل کو اس جہم کے ختم ہو جانیکے بعد مدراس بھیج دیں اسلئے کہ جنرل گرانٹ کے ماتحت بریگیڈیئر کی پوزیشن میں رہ کر کام کرنا کسی طرح ان کے شایاں شان نہ ہوگا

۱۔ اس سے غالباً مراد یہ ہے کہ واقعات کی تفصیلات و واقعات کے مطابق عمل میں آ رہی ہے۔

۲۔ لفٹنٹ ڈیپوٹ ایس آر ہڈسن جو بعد میں ہڈسن آف ڈسٹرکٹس کے نام سے مشہور ہوئے۔

۳۔ لفٹنٹ ڈیپوٹ ایس گریٹ ہیڈ رائل انجینیرز

۴۔ لفٹنٹ ایس ڈیپوٹ ایس آر جی ۴۷ میں این ایل آئی میں تھے، ۱۷ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی میں مقتول ہوئے۔

۵۔ آئرلینڈ کے کرنل جو کمانڈر انچیف کے فوجی سکریٹری تھے اور جو بعد میں ارل ہوا کے لقب سے مشہور ہوئے

۶۔ جنرل ریڈ صاحب ہیں جولائی ۱۸۵۷ء کے دن جنرل برنارڈ کے ہیضہ سے انتقال کر جانے پر کمانڈر انچیف کی حیثیت سے ان کے جانشین مقرر ہوئے۔

خیر ہم دیکھ لیں گے۔ تمہارا بہت گہرا صادق۔ ایچ برنارڈ۔
 مراسلہ نمبر ۳۔ جسے جنرل سر ہنری برنارڈ کمانڈر انچیف نے چارج کارنگ بارنس کے
 نام ۱۸ جون ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

۱۸ جون ۱۸۵۷ء

نانی ڈیر بارنس

میں نے بھی آپ کی بھی پڑھی اور اس سے مجھے قد سے اطمینان ہوا۔ اس کی کہ آپ نے اس
 تجویز کو ناپسند کیا کہ میں اپنی مختصر سی فوج کو لیکر دہلی میں داخل ہو کر ناظرین کے ہاتھ سے
 کہ میرا کمپ ہسپتال، دفاتر، خزانہ، الغرض میری فوج کا سارا سامان بالکل غیر محفوظ حالت میں
 پڑا رہ جائے۔

مجھے اقرار ہے کہ جو پیشکشیں میرے ساتھ کام کر رہے ہیں ان کی ترغیب وہی
 سے متاثر ہو کر میں اچانک اور زبردست حملہ کی تجویز پر رضا مند ہو گیا تھا جس میں مذکورہ بالا نام
 امور کا خطرہ دیکھ رہا تھا۔ صرف حسن اتفاق سے یہ تجویز عمل میں آئی۔ مگر یہ کہ خدا تعالیٰ کا فضل و
 کرم ہوا اس لئے کہ جو کچھ میں نے سنا اور جن شخصوں سے مشورہ کیا میرے فرض منصبی میں داخل تھا۔ انکی
 آراء کا خیال کرنے کے بعد مجھے یہ یقین ہو گیا کہ فوج اتنی ہی ہلکے ثابت ہوتی جتنی کہ شکست۔

۱۸ سپاہیوں کی جنگ کی تاریخ مصنفہ کے میں اس مراسلہ کے اقتباسات کے لئے ہیں اور وہاں غلطی سے یکدیگر
 لکھا ہے کہ یہ شخصیات برنارڈ کی ایک کپی سے اخذ کئے گئے ہیں جو انہوں نے سر جان لارنس کو لکھی تھی۔ اغلب
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقل لارنس کو بھی بھیجی گئی ہوگی اور بالآخر کے ساتھ انہوں میں پڑ گئی اور انہیں کوئی ایسی یادداشت
 نہ ملی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کہاں سے دستیاب ہوئی۔

تھامس کے گریٹ ہیڈ جو پہلے میرے دفتر کے کسٹرن تھے اور اب میدانی فوج کے سیاسی مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں
 سے اور جن کو جنرل برنارڈ کو کئی مدت میں ایک اطلاع بھیجی گئی تھی جس میں کاپی دروازہ اور لاہوری دروازہ پر فوری طور پر کرنے کی
 صعوبت پر زور دیا گیا تھا۔ رپورٹ پر چار تھامس (۱۸۵۷ء) کے گریٹ ہیڈ (۱۸۵۷ء) اور ہنس
 (۱۸۵۷ء) کے دستخط شدہ تھے۔ مگر لارڈ کریمز نے ان کے نام سے مشہور ہوا۔

بہت زیادہ غور تامل کے بعد برنارڈ نے اس کے کو منظر کر لیا۔ ۱۲ تاریخ کی رات کو تاریکی میں کیا جانے والا تھا لیکن
 جب ہتھیار دقت پہنچا تو معلوم ہوا کہ مجوزہ ہم کیلئے جو فوج منتخب کی گئی تھی اس کا ایک اہم حصہ موجود نہیں ہے (۱۸۵۷ء)

جو فوج کہ ۲ ہزار سپاہیوں سے بھی کم ہو اور جو دہلی جیسے طویل و عرض کے شہر میں پھیلی ہوئی ہو وہ کوئی (واقعہ) فوجی طاقت نہیں رہ سکتی تھی۔ اور اس دغا بازی کے ہوتے ہوتے جس نے ہمارا چاروں طرف سے محاصرہ کر رکھا ہے۔ میرے سامان جنگ کی کیا حالت ہوتی ہو اگر عام بلکہ کر دیا جاتا،

اس خیال سے کہ فوجی قانون میرا رہنما ہے اگرچہ اس شور و شغب کا مقابلہ کرنے کیلئے جو اس بنا پر بلند کیا جائیگا کہ ہم دہلی کے سامنے کیوں بیٹھا اور معطل پڑے ہوئے ہیں اخلاقی و لیری کی سخت ضرورت ہو تاہم، میں صرف بہترین اغراض حاصل کرینکی کوشش کر سکتا ہوں۔ ضرب لگانے کیلئے مناسب موقع کا احتیاط کیسا تھا مجھ انتظار ہو مسٹر گریٹ ہیڈ نے جو ہم تجویز پیش کی تھی وہ یہ تھی کہ دو آبدے پر قبضہ حاصل کر لیا جائے دہلی سے علیگڑھ افواج بھی جائیں لیکن اگر میں شہر میں بھی ہوتا تو بھی ایسا نہیں کر سکتا تھا قلعہ اور سلیم گڑھ ابھی تک میرے پیش نظر ہیں اور شہر پر قابض رہنا اور دو ہزار سے کم سپاہیوں کی مدد سے ان (مقامات) پر حملہ آور ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ میں ایک شخص کو بھی علیحدہ نہ کروں۔ حالت یہ ہے کہ دہلی توپوں سے پٹی پڑی ہے اور وہاں وہ سپاہی مقیم ہیں جو اگرچہ پہلے میدان میں چنداں اہمیت نہیں رکھتے تاہم پتھر کی فصیلوں کے پیچھے رہ کر کچھ نہ کچھ کارگزاری بالضرور دکھا سکتے ہیں اور انہیں بھاری توپوں کے استعمال سے بھی کچھ واقفیت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہفتہ کے دن گولہ باری کی صحت و درستی سے ہیں نجات دہا دیا، اپنی انیالہ والی فوج اور چھ توپیں رکھنے والی دو پلٹینن اسپر بھی اپنا قبضہ نہیں جاسکتیں اور اس کی موجودہ طاقت کا بہت ہی کم اندازہ کیا گیا ہے۔

(تقریباً ۱۲ ستمبر ۱۸۵۷ء) بریگیڈیئر گریوز نے احکام کا مطلب غلط سمجھا اور اسلئے وہ اپنے سپاہیوں کو لیکر دھرم مقام پر نہ آئے۔ دستہ اس طرح سے کمزور ہو گیا اور معرکہ کے لئے کسی حالت میں مضبوط نہ تھا اور اسلئے مجبوراً ہلہ کرنے والی فوج کو اپنے کوارٹر میں دپس کرنے کے احکام صادر کر دیئے گئے۔

اسکے جواب نقضیٹ کورنر صوبجات شمال مغربی ۵

باؤلی کی سرائے پر ہم ایک معرکہ سر کر چکے ہیں۔ جہاں باغی اس وقت تک ہمارا
خوفناک مقابلہ کرتے رہے جب تک کہ انکی توہیں ان کے قبضہ میں رہیں اسکے بعد سے ہم
پریم حملے ہو رہے ہیں۔ ہر نیا حملہ جوش و خروش سے کیا جاتا تھا۔ مگر بھاری نقصان کیسٹا
پسپا کر دیا جاتا تھا۔ اور اب ہم اس پوزیشن پر قابض ہو گئے ہیں جہاں اس مقام کو منہدم
کیا جاسکتا ہے۔ میرے نزدیک بہترین پالیسی یہ ہے کہ اسے شکل کام کی طرح اصلی رنگ میں دیکھا جا
اور یہ امر اچھی طرح غور نہ نہیں کر لیا جائے کہ اسے کافی فوج کے بغیر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا جاسکتا
ذرا ایک مرتبہ ہم شہر میں پہنچ جاتیں پھر تو بازی ہماری جو بشرطیکہ ہم اس پر قبضہ رکھ سکیں
اور پھر جب کبھی مسٹر کالون کو جس کسی مقصد کیلئے فوج کی ضرورت ہوگی وہ انہیں ہیا کر دی جائیگی
تاخیر سخت تکلیف دہ ہے اور روزانہ ان حملوں میں سپاہیوں کا ضائع جانا نہایت
دل شکن معلوم ہوتا ہے۔ میں بخیریت ہوں۔ البتہ پریشان بہت زیادہ ہوں لیکن میں انہیں یقین
دلاتا ہوں کہ جتنا زیادہ میں خیال کرتا ہوں اتنا ہی زیادہ مجھے بے معنی اور بے نتیجہ تجربہ کے
عمل میں نہ آنے کی خوشی ہوتی ہے۔ اور یہ دیکھنے کو کچھ ڈراس بندھتی ہو کہ آپ بھی کسی نہ خیال میں
میری توقع صرف اس قدر ہو (جسے اور لوگ اب غالباً معلوم کر لیں گے) کہ مجھے
دہلی میں داخل ہو جانے کے علاوہ اور بھی کچھ کام کرنا تھا۔

یقین رکھئے کہ میں اب کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔

آپ کا صادق۔ ایچ۔ ایچ۔ برنارڈ

کل ہم نے انہیں خوب سزا دی اور بھاری نقصان پہنچایا۔ انہوں نے کشن گنج
ٹریولین گنج اور پہاڑ پور میں اپنے تئیں قائم کرنے اور توپخانہ جمائے کی کوشش کی تھی لیکن ہم
نے دو مختصر دستوں کے ذریعہ جو میجر ٹومس ایچ لے اور میجر ریڈ (مسوری بالین) کی کمان میں
تھے انہیں نہ صرف ان مقامات سے ہٹا دیا بلکہ سرائے کے بالائی حصہ کو ان سے بالکل
صاف کر دیا۔ اور شہر کے اس حصہ سے ہم نے ان سب کو نکال دیا۔ سنا ہے کہ اس کا انپر

نہایت پست کن اثر پڑا۔ اور یہ کہ وہ بہت پریشان ہو رہے ہیں۔ لیکن تفصیلاً سے جو گولہ باری وہ کرتے ہیں وہ ویسی ہی صحیح اور زوردار ہے جیسی کہ پہلے تھی اور تا وقتیکہ ہم اپنے مقصد پر پہنچ جائیں ہم کچھ مفید کارروائی نہ کر سکیں گے اور علی کام کی یہ حالت ہے کہ اس وقت کے باوجود جو تو پچانہ و سامان حرب وغیرہ کے حاصل کرنے میں برداشت کرنی پڑتی ہے میرے تو پچانہ کا کم از رنگ فسر صرف چھ توپوں کے چلانے کا انتظام کر سکتا ہے اور میرے انجنیر کے پاس ریت کا ایک بھی ٹھیلہ موجود نہیں۔ یہ حقیقت حد سے زیادہ تکلیف دینے والی بات ہے۔ میں نے اس وقت تک کبھی باقاعدہ یورشین کرنے کا خیال نہیں کیا جب تک کہ مجھے یہ امید نہ ہو گئی کہ جو توپیں بھی میرے خلاف لائی جائیں گی میں انہیں خاموش کر دوں گا۔

لیکن اس کام کو انجام دینے کی غرض سے ان کے اور زیادہ قریب تک پہنچنے کی ضرورت ہے، تاخیر باغیوں کو ایک جگہ مجتمع کر دیتی ہے۔ اور حملہ کو نہایت زوردار بنا دیتی ہے۔ لیکن میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایسی کارروائی ہلکے اثرات بھی اپنے میں رکھتی ہے تاہم میں سچائی کے ساتھ یہ خیال نہیں کر سکتا کہ جب انہیں دہلی کے دروازے بند کر نیکا موقع دیا گیا تھا تو اس وقت ہم اس سے زیادہ کر سکتے تھے جتنا کہ ہم نے کیا۔

اگر میرٹھ کی فوج فی الفور دہلی میں گھس جاتی تو سب کچھ بچا یا جاسکتا تھا۔ لیکن جب انبالہ والی فوج مقام مقصود پہنچی ہے تو موقع بالکل ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ سب سے بڑا میگزین اور سامان جنگ کا ڈپو اس سے پیشتر سے میرے خلاف ہتھیار کیا جا رہا تھا۔ میرے سپاہی اچھی طرح ہیں اور زخمی خاطر خواہ طریقہ سے رو بھرت ہو رہے ہیں لیکن سب کے سب اس کام سے تھک گئے ہیں۔

ہمیشہ آپ کا۔ ایچ۔ ایچ۔ بی۔

مرسلہ نمبر ۴۔ جسے ہنری گریٹ ہیڈ مشیر سیاسی متعینہ افواج محاصرہ دہلی نے

جارج کاسٹک باریش کے نام ۱۹ جون ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

کیمپ محاصرہ دہلی۔ ۱۹ جون ۱۸۵۷ء

مافی ڈیر باریش

بستر چرچر ڈیر پیر کے دن پانی بہت پٹے چلے گئے۔ اور یہ خبر میں نے اس وقت سنی جبکہ میں
مشرک پرست گزرا تھا۔ ان کی موجودگی سے کسی حد تک وہ دہشت بے ہو گئی تھی جو انہوں
اور ڈاک کے ٹھیکہ داروں میں اس دباؤ کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی جسے دہلی کے ۲۰۰
سواروں کی پارٹی نے علی پور پر کیا تھا۔ بظاہر وہ تحصیلدار کی تلاش میں تھے تحصیل میں
پٹیلالہ کے سواروں کے مختصر دستے کے جتنے گھوڑے موجود تھے وہ سب کو لوٹ کر
لے گئے۔ جو بھی کہ پنجاب کے بے قاعدہ سوار پہنچ جائیں گے۔ ہم انکی اس کارروائی کا
انتقام لے لیں گے۔

مجھے رہتک کو راجہ صاحب جیند کے چارج میں رکھنے سے بہت خوشی ہو گئی
لیکن سرائیچ برنارڈ (رنی الحال) ان کی فوج کو علیحدہ نہیں کر سکتے، اور اس کے بغیر
ان کیلئے حملہ کی کوشش کرنا بے سود ہوگا۔

اگر پٹیلالہ کچھ فوج لے سکے اور آپ کو حصار کی جانب پنجاب سے افواج کی نقل و
حرکت کی کچھ خبر نہ ملے، تو اس صورت میں، میں بخوشی تمام اس امر پر رضامند ہو جاؤں گا
کہ اس ضلع کو عارضی طور پر ان کی حفاظت میں دیدیا جائے۔ ایسا کرنا درحقیقت ان باشندوں
پر رحم کھانا ہوگا جو باریش اور حصار دونوں سے امداد کے طالب ہو رہے ہیں۔ آپکی اس تجویز
پر عمل پیرا ہونے سے مجھے بہت خوشی ہوگی اور اگر انتظام ہو جائے تو میں ہمارا راجہ صاحب
بہادر کی خدمت میں خیریت لکھ دوں گا۔

میر خیال ہے کہ نواب صاحب جھمر نے ناقابل علاج طریقہ سے ساز باز کی ہوگی
ان کا علاقہ دہلی کا سب سے بڑا ہے (رنی الحال) دفع الوقتی کرنی چاہئے۔ نواب صاحب

بہادر گڈھ قرار ہو جانے پر مجبور ہو گئے ہیں اور سابق حکمران نسل کا کوئی شہزادہ گڈھی پر بٹھا دیا گیا ہے۔ باقی روسا وغیرہ انیداری برقرار رکھنے میں سخت جدوجہد کر رہے ہیں۔

ذخائر کی ہمارے پاس کافی سے زیادہ افراط ہے (البتہ) روپیہ کی کمیابی ایک ایسی مشکل ہے جسکی نسبت ہمیں امید تھی کہ دہلی شکستہ ہو جانے سے جاتی ریگی شہزادہ اور فتر کسر پٹ کے جو صاحب انیسرا نجات ہیں میں انکی چھیاں آپکے پاس پہنچ رہا ہوں۔

جب میں وہاں سے روانہ ہوا تھا تو اس وقت تقریباً ۱۰ لاکھ تھے۔ میں بہت زور سے سفارش کرتا ہوں کہ جو فوجیں اب یہاں آ رہی ہیں ان کے ہمراہ آپ روپیہ کی ایک (معقول) مقدار ضرور بالقدر بھیج دیجئے۔

مجھے اپنا صادق یقین کہجئے۔ ایچ۔ ایچ۔ گریٹ ہیڈ
مراسلہ نمبر ۵۔ جسے بریگیڈیر جنرل نیول جمیئر لین ایجوٹنٹ جنرل نے حاج کارنگبارش کے نام ۱۲ جولائی ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

کیمپ مقابل دہلی۔ ۱۲ جولائی ۱۸۵۷ء وقت ایک بجے دوپہر۔

مافی ڈیر بارش۔

اب جبکہ کرنال ہمارے مستحفظ سامان حرب اور ذخائر کا ڈپو بن گیا ہے۔ ہیں وہاں پیدل فوج کا ایک دستہ رکھنا چاہئے اور چونکہ اس کیمپ کے ہم ایک آدمی بھی نہیں بے سکتے ہیں حسب معمول سپاہیوں کی بہر سانی کے لئے پنجاب سے فوج رکھنی چاہئے براہ ہر بانی اس مسئلہ کے متعلق لاہور سے نامہ و پیام کہجئے اور اگر اور سپاہی نہ دستیاب ہو سکیں تو کم سے کم سکھ سپاہیوں کی ۴۰ پلٹوں کو حاصل کر نیکی سنی کہجئے۔ ہمارا عقب کھلا اور خاموش رہنا چاہئے اور یہ ہماری فاش غلطی ہوگی اگر ہم اپنے ذخائر کو غیر محفوظ حالت میں چھوڑ جائیں گے یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے مزید افواج کا مطالبہ کیا ہے اور میں اب بھی ایسا نہ کرتا لیکن مشکل یہ آن پڑی ہے کہ ہم ایک آدمی کو بھی علیحدہ نہیں کر سکتے۔ ۹ جون کو ایک سخت معرکہ میں ہمارے ۲۰۰ سپاہی

ضائع ہوئے جن میں مقتول، مجروح اور بیمار سب شامل ہیں۔ اہل اس خط کے تحریر کرتے وقت بھی ہم باہر نکلتے (یعنی حملہ کرتے) کیلئے آمادہ ہیں۔ چاروں طرف سے حملہ کی ہنگامی جارہی ہے۔

میں نے انتخاب کرنا کی سفارش اسلئے کی تھی کہ اس کا ہمارے کیمپ سے کافی آسانی کیساتھ سلسلہ نام و پیام قائم کیا جاسکتا ہے اور نیز یہ کہ وہ شہر سے اس قدر فاصلہ پر ہے کہ اچانک حملہ کسی صورت میں نہیں کیا جاسکتا میرٹھ، سہارنپور، اور مظفرنگر تک ہاں سے نامہ و پیام کیا جاسکتا ہے اور چونکہ وہاں کے نواب صاحب ہم سے برسرِ صلح ہیں اسلئے مقامی شورش کا بہت ہی کم امکان موجود ہے موسم میں دیہاتے مارکنڈر کا کچھ بھروسہ نہیں اور اسلئے بارود اور ذخائر کو اس کے قرب و جوار میں نہ رکھنا چاہئے۔

سننے میں آیا ہے کہ بعض باغی شکاری توپ کی نوپیاں استعمال کر رہے ہیں (لہذا) تمام دوکانداروں اور تمام فرقوں کے دیگر اشخاص جو ان چیزوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ان تمام اشیاء کے چھین لینے کی فوری کارروائی عمل میں آجانی چاہئے تاکہ آتش گیر اور زور سے پھٹنے والی بارود کی قسم کی کوئی شے وہاں نہ رہ سکے۔ گورنمنٹ کو چاہئے کہ وہ مجموعی مقدار پر قبضہ کر لے اور ایک رسید بنائے۔

آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ چوتھے لائنرز کے ہتھیار رکھوائے جائیں گے اور یہ کہ ۱۰ دین ایل ہی نہیں آرہی ہے جب تک آپ ہمارے عقبی حصہ ملک کو خاموش رکھے رہیں گے اور ہمیں ذخائر و سامان دیتے رہیں گے ہماری حالت ٹھیک رہے گی یا کم سے کم ہم اس وقت تک مقابلہ کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ دن نہ آجائے کہ دوسرے اشخاص ہماری جگہ لینے کیلئے تیار ہو جائیں۔

اپ کا صادق و یومرئ حمید لین

ملہ کرنا اور انبالہ کا درسیاتی دنیا۔ لکھنؤ لین کو جان لاؤں نے اول پنجاب کے محکمہ و سہ کا کام لڑنا تا لیکن کرنل چیئر مین کی وفات پر جو بالی کی سرائے والے سرکر میں متمول ہو گئے تھے وہ یوٹنٹ جنرل بنا دیئے گئے۔

مراسلہ نمبر ۷ جسے لفٹنٹ ہنری نارسن قائم مقام ایجوکیشن جنرل نے جارج کارنگ بارنس کے نام ۱۹ جولائی ۱۹۵۷ء کو ارسال کیا۔

کیپ مقابل دہلی۔ ۱۹ جولائی ۱۹۵۷ء

مائی ڈیریسٹر بارنس۔

چیمبرلین نے مجھے آپ کی تاریخ کی چٹھی دی تاکہ میں ایک دو باتوں کا جواب دوں کرناں کے ذخائر تو پختہ کا انتظام کپتان پنچ بل کے سپرد کیا جائے والا تھا مگر وہ بیمار ہو جانے کے سبب بنالہ ہی میں رہ گئے ہیں اسلئے میں نے تو پختہ کے کسی ڈپٹی اسٹنٹ کنشنر کو ایفیر وڈ پور سے ادانگی فرائض کیلئے کسی مستقل کنڈکٹر کو بذریعہ تار بلا بھیجا ہے اگر کپتان پنچ بل صحت یاب ہو گئے تو بلاشبہ ابتدائی حکم (جسے مسٹر بی میں کے ذریعہ پہنچایا گیا تھا) بدستور قائم رہیگا۔

جو افسر کہ پرائیویٹ چھٹی پر گئے ہوئے تھے ان سب کو واپس آجانیکا حکم ۱۲ مئی کو دیدیا گیا ہے اور اس حکم کو کچھ عرصہ کے بعد دہرا بھی دیا گیا تھا۔ اور ہائے حکم کے کپتان بیکرنے یہ اطلاع دی ہے کہ اس حکم کی تعمیل ہو چکی ہے مجھے کسی ایسے افسر کا حال معلوم نہیں ہو سکا جس نے تعمیل نہ کی ہو۔ اگرچہ بعض نے بیماری کے سرٹیفکیٹ حاصل کر لئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب کرناں میں کافی فوج موجود ہے۔

اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں اگر آپ بریگیڈیئر ہارٹلی سے یہ درخواست کریں کہ وہ پانچویں بٹالیں کے دو ہندوؤں کو کرناں میں کام کرنے کی غرض سے بھیجیں بشرطیکہ انکی وہاں واقعی ضرورت ہو لیکن اگر کوئی افسر نہ مل سکے تو ایک لفٹنٹ چیمبرلین کے جنرل افسر کو آباسانی نوشہرہ کی بٹالیں مقیم سہارنپور کے ساتھ کام کرنے کیلئے بھیجا جاسکتا ہے جنے ٹمن کل سہ پہر کو وقت بلا کسی دقت کے سبزی منڈی کے باہر نکال دیا۔ ہمارے نقصانات ۱۳ مقتول اور ۱۲ زخمی تھے افسروں کے کل کے مجموعی نقصانات یہ ہیں لفٹنٹ کروڈیز (۵، دیں)

مقتول رئیس اسٹرانڈ ۴۷ میں ویسی پیدل فوج اجمود دوسری فیوزیلیرز کیساتھ کام کر رہے تھے
سرسام کی وجہ سے مر گئے۔ لفٹننٹ جونز (انجینیرز) کی ٹانگ کاٹ ڈالی گئی۔ لفٹننٹ پالٹون ۷۷
میں پیدل فوج سخت مجروح ہوئے۔ اور لفٹننٹ چیمپسٹر (توپخانہ) خفیف طور پر زخمی ہوئے۔
اب اوپر ٹھانڈی کوست بیچے۔ چیمپسٹر لین کی خواہش ہے اور اس کیلئے وجوہ ہیں بلاشبہ
آپ انہیں اس وقت پہنچ سکتے ہیں جبکہ کوئی رسالہ آرہا ہو اور وہ بھی اس میں موجود ہوں
لیکن جتنے کم ہوں اتنا ہی بہتر ہو گا۔

آپ کا زیادہ مخلص۔ لیج۔ اے۔ نارمن۔

مراسلہ نمبر ۷۔ جسے لفٹننٹ ڈبلیو ایس۔ آر ہڈسن نے جے ڈگلس فارستہ ڈپٹی کمشنر
انبالہ کے نام ۲۹ جولائی ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

دہلی کیپ۔ ۲۹ جولائی ۱۸۵۷ء

مائی ڈیر فارستہ

جو بڑھی خاتون بہ نفس نفیس اس مراسلہ کے ہمراہ آرہی ہے وہ محاصرہ دہلی کی
مکمل و مجسم دستاویز ہے۔

دہ ہمارے خلاف شہر میں جہاد کا وعظ کہتی تھی اور اپنے مواعظ و فصاحت سے تعجب خیز
طریقہ مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا کر دیا تھا۔ بالآخر ان کی عدم کامیابی سے متاثر ہو کر وہ
نمود میدان جنگ میں اتر آئی اور سبز لباس پہن گھوڑے پر سوار ہوا اور تلوار و بندوق سے مسلح
ہو کر اس نے سواروں کے ایک دستہ کی کمان لی اور ۵۰۰ میں پیدل فوج پر حملہ آور ہوئی پہلے
بیان ہو کہ اس ایک کا مقابلہ کرنا ہسپاہیوں کے مقابلے سے زیادہ مہلک تھا اور وہ یہ بھی
کہتے ہیں کہ اس نے ان کے رفقاء میں سے بہت سوں کو نشانہ بندوق بنا دیا۔ آخر کار وہ ٹہنی
ہو کر گرفتار ہو گئی جنرل نے اول اول لئے آزادانہ طور پر چلے جانے کی اجازت دینی چاہی تھی
مگر میں نے ان سے ہمت درخواست کی کہ وہ ایسا نہ کریں اسلئے کہ وہ پھر شہر میں فاحشانہ طریقہ

داخل ہوگی اور ہمارے قبضہ سے نکل جانے پر قصد کا طوفان بے تمیزی چاڑھے گی اور بلاشبہ یہ ظاہر کرے گی کہ وہ اپنی کرامت کی وجہ سے نکل گئی ہے، اور اس طرح سے جون آف آرک کا سار تہہ حاصل کرے گی۔

مجھے اسکو آپ کے پاس بھیجنے کی اجازت مل گئی ہے۔ تاکہ وہ جیلخانے میں بھگتا تمام رکھی جائے یا جہاں کہیں آپ مناسب خیال کریں تاوقتیکہ یہاں کا کام ختم نہ ہو جائے کیا آپ براہ مہربانی اس امر کی نگہداشت رکھیں گے کہ اس کا طرز عمل قابل اطمینان ہے یہ کہہ سکتے ہوئے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اس بڑے ہیا کہوسٹ نے معقول شہید کر لیا تھا آپ کا زیادہ تخلص ڈبلیو۔ ایس۔ آر۔ ہڈسن

مراسلہ نمبر ۸ جسے ہنری گریٹ ہڈ مشیر سیاسی متعینہ افواج نزد دہلی نے جابج کا رنگ بارش کو ۱۵ اراگست ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

کیسپ مقابل دہلی۔ ۱۵ اراگست ۱۸۵۷ء
مانی ڈیر بارش

مولوی رجب علی (صاحب) نے مجھ سے خواہش کی کہ میں آپ کو بلا اطلاع دون کہ نوٹ (اس سبز پوش عورت کا ذکر خطوط پہلے کے آخر میں ذرا تفصیل سے درج کیا گیا ہے)

حسن نظامی

ملہ یہ خاتون آرمینز کی کنواری عورت کے نام سے بھی شہرت رکھتی ہے۔ یہ فرانس میں ہینسی کے قریب پیدا ہوئی تھی۔ سنہ پیدائش صحیح طور پر معلوم نہیں۔ لیکن چونکہ وہ بین عالم شباب میں ۱۸۳۳ء میں جلاوی گئی تھی اسلئے بالضرور ہندو ہوں صدی کی ابتدا میں پیدا ہوئی ہوگی۔ پانچ ملکہ کاوا کا واقعہ ہے کہ شہر آرمینز کو انگریزی افواج نے محصور کر رکھا تھا یہ فرانس کے بادشاہ چارلس نہم کے پاس گئی اور کہا کہ مجھے عیب ہے یہ کام سہو ہوا کہ میں شہر کو بچاؤں اور آپ کی تخت نشینی کا انتظام کروں۔ پارلیمنٹ کے سوال و جواب پر اسے وزیر جنگ بنا دیا گیا اور وہ پھر اپنے مشن کی تکمیل پر روانہ ہوئی اس نے ڈیونو اسے اور ایلنگوں جیسے بہادر سپاہیوں سے خیر تحسین وصول کیا اور اپنی ذاتی دلیری اور بات سے افواج میں غیر معمولی جوش پیدا کر دیا۔ اسے بالآخر آرمینز کو بچا لیا (دہلی، ۱۷ جولائی کو تخت نشینی کے مراسم ادا ہوئے۔ اس کے بعد اس نے پیرس کی جانب اپنی توجہ مبذول دی اور بعد ازاں

انہوں نے حکیم احسن اللہ (صاحب) کے نام ایک مراسلہ بھیجا تھا جو مجھے پڑھ کر سنایا گیا تھا۔ اور میرے خیال تھا کہ اس سے کچھ ضرور نہ پہنچے گا۔ بلکہ ممکن ہو کہ اس نئی وجہ سے حکیم (صاحب) بادشاہ اور باغیوں کے منصوبوں کے اندرونی راز بتاتے کے قابل ہو جائیں مولوی (صاحب) کہتے ہیں کہ اسکے باعث حکیم (صاحب) کی سخت بے سخت بدعزت ہوئی (اس لئے کہ) وہ مراسلہ سپاہیوں کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ جنہوں نے ان کے مکان کی تلاشی لے ڈالی۔ لیکن اس کا مشکل ہی سے یقین کیا جاسکتا ہو کہ حکیم احسن اللہ خان کی تلاشی لی گئی یا ان کو کچھ نقصان پہنچا۔

کیمپ کی حالت میں نمایاں ترقی ہو گئی ہے۔ ہم ہر لحاظ سے آرام سے ہیں اور ابھی تک افواج کی صحت اچھی ہے جس کے لئے ہم (خدا کے) شکر گزار ہیں۔ دشمن کو تمام مقامات پر اور تمام جنگی چالوں میں کلیتہً ناکامی ہوئی ہے جب تک کہ قلعہ شکن توپیں مع پورے ساز و سامان کے نہ پہنچ جائیں اس وقت تک کسی زبردست جنگی کارروائی کا فیصلہ کرنا بالکل بے سود ہے۔ اور اس وقت تک یہ معلوم ہو جائیگا کہ آیا جنرل بادشاہ کا انتظار کرنا چاہئے یا نہیں۔ اب تک تو ہر بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اودھ کی باغی فوجوں کا بہت جلد صفایا ہو جائیگا۔ مجھے اگرہے یہ خبر ملی ہے کہ ۲ ہزار نیپالی افواج جنرل بادشاہ کے لکھنؤ کے مقام میں ملنے والی تھیں ڈیمنڈ کو بالآخر اگرہے کے دیسی افسروں کی نالائقیوں کی سزا بھگتنی پڑی انہوں نے ان پر اعتماد کیا اور وہی اسٹیشن کو تباہ و برباد

(تقریباً نوے سو ۲۱) کی لیکن اس میں سے ناکامی ہوئی اور وہ زخمی ہو گئی۔ مسئلہ میں اس نے کہیں کے مشہور شہر سے نکل کر ایک شیخوں مارا مگر گرفتار ہو کر انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دی گئی۔ اسے روان میں مقید کیا گیا اور اس کی سخت تشدد کا سلوک روا رکھا گیا۔ جنوری ۱۸۵۷ء کو اس پر مقدمہ چلایا گیا یہ عدالتی کارروائی تھیں برائے نام علی اسٹیل کہ جتنا دیاں انصاف کا خون ہوا ہے اتنا کہیں نہیں ہوا ہو گا۔ بوئے کے شب کی گواہی پر اس پر جادوگری کا الزام لگایا گیا اور اس کی جرم کی پاداش میں اسے ۲۰ مئی ۱۸۵۷ء کو نذر آتش کروایا گیا۔ اس وقت سے اسے تقدس کا درجہ دیا گیا ہے اور مغرب کے معصوموں نے اس کی نقاد پر بنا کر اسے غیر فانی بنا دیا ہے۔ میر جرم

کرنے میں پیش پیش تھے۔ پانی پت میں ۳۲۷۰۰۰ (روپیہ) مد حاصل میں موصول ہوا ہے اور میرٹھ والوں نے اپنے خزانوں کو پھر لوہ کر لیا اور پسن گانڈ زار رہنماؤں کے ساتھ باہر گئے ہیں اور وہاں وہ ان باغیوں کے دستہ کی دیکھ بھال کرینگے جو بہتک چلا گیا ہو۔ ان باغیوں کا یہ ارادہ تھا کہ وہ ایسے چند دستوں کو باہر بھیجیں تاکہ وہ ملک کو شورش پر آمادہ کر سکیں لیکن کسی شخص نے کہا کہ احسن اللہ (صاحب) کی ایک چال ہے تاکہ وہ دہلی کی فوج کو اس کے کچھ حصہ کو باہر بھیج کر اکروہر کر دیں اور پھر شہر کو ہمارے قبضہ میں کرادیں۔

مجھے یقین ہے کہ آپ نے جیند کی افواج کے ذریعہ رہتک کے بعض حصوں کو قبضہ میں لانے کی تجویز پر (ابھی تک) عمل درآمد نہیں کیا ہو گا۔ بلاشبہ آپ کے پاس ایسی کارروائی نہ کرنے کے کافی وجوہ ہیں۔ بریکسٹیر والیٹائل کو اگر وہ میں برطرف کر دیا گیا ہے اور کرنیل کاٹن اب ان کی جگہ برج ہے ہیں۔

آپ کا صادق۔ ایچ۔ ایچ۔ گریٹ ہیڈ

مراسلہ نمبر ۱۷ جسے ہنری گریٹ ہیڈ مشیر سیاسی متعینہ افواج نزد دہلی نے جاری کا رنگ بارنس کے نام ۳۰ اگست ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

کیسپ۔ ۳۰ اگست ۱۸۵۷ء

مائی ڈیر بارنس۔

لی بیس کی خواہش ہے کہ گوبانہ میں مالگزار ی جمع کرنے کی غرض سے ایک تحصیلدار کا تقرر کر دیا جائے۔ میں انہیں فی الفور اس کارروائی کے کرنے کا مجاز نہیں بنانا سکتا کہ جہاں صاحب جیند کے انتظامات سے تصادم ہو جائے کا اندیشہ ہے لیکن اگر راجہ صاحب کچھ نہ کر رہے ہوں تو میری خواہش ہے کہ آپ لی بیس سے کہیں کہ وہ بہترین طریقہ سے مالگزار ی جمع کرنے کا انتظام کر دیں۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ کہنوں کے لئے کسی اہم کا خطرہ موجود ہے۔ ہادیلاک بٹھو

کیا گیا مگر ہمارا نقصان بالکل خفیف رہا لفٹنٹ ہائیکمیشنریڈ (تو پخانہ) اور لفٹنٹ مینز (بلوچی) مقتول اور لفٹنٹ بڈ (تو پخانہ) زخمی ہوئے اور تقریباً ۳۰ سپاہی مقتول و مجروح ہوئے۔ گزشتہ شب کے لیکر صبح کے دس بجے تک صرف تین آدمی زخمی ہوئے۔ سوری (دروازہ) اور کشمیری (دروازہ) پر نشانہ بازی نہایت موثر رہی۔ گزشتہ رات کو ۲۲ چھوٹی توپیں نصب کی گئی تھیں اور ایک اور بھاری توپوں کی بیڑی بھی تیار ہے اور جب یہ سب نصب ہو جائیں گی تو آتش بازی سخت خوفناک ہوگی۔ میرے بھائی دلیپا مغربی حملہ کے انچارج (منتظم) ہیں مجھے ان کے پاس سے ابھی ایک دلچسپ اور بہت انفرامر اسلہ ملا ہے۔ وہ زبردست پیمانہ پر تو پخانہ کے حملہ کو شروع کرنے کے لئے ہر سوں کا دن منتخب کرتے ہیں جس رفتار سے برائڈ اپنی دس توپوں سے کام لے رہی ہیں اسے دیکھتے ہوئے یہ کہہ جاسکتا ہو کہ اس وقت تک سوری (دروازہ) کا بہت ہی کم حصہ باقی رہ جائے گا۔

آپ کا صادق

ایچ۔ ایچ۔ گریٹ ہیڈ

مرتبہ نمبر ۱۱۔ جسے ہنری گریٹ ہیڈ مشیر سیاسی متعینہ افواج نزد دہلی نے جارج کارنک بارنس کے نام ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

یکمپ۔ ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء

مائی ڈیر بارنس۔

فی الحال سوری دروازہ کا برج بھاری توپوں کے نصب کرنے کے قابل نہیں ہے تاہم ملکی توپیں وہاں سے کبھی کبھی دھوکہ دینے کی غرض سے چھوڑ دی جاتی ہیں۔ کشمیری دروازہ کا برج موثر طریقے سے خاموش کر دیا گیا ہے اور اب وہ کھنڈرات کا ایک ڈھیر ہے اور توپوں کے جو گولے وہاں پھینکے جا رہے ہیں ان کی موجودگی میں

لفٹنٹ دلہر فورس گریٹ ہیڈ، رائس انجنیئر ز

اس مقام پر کسی کوٹھکنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ برج کے دائیں حصہ والی فصیل میں بہت بڑا سولخ کر دیا گیا اور ہمارے گولے اس شگاف کو تہ تیغ وسیع کر رہے ہیں۔ بائیں جانب کی شگاف ڈالنے والی بیڑی نے جو کسٹم ہاؤس کے کپاؤنڈر لاٹھیاں دیوار سے ۱۰۰ گز کے فاصلہ پر نصب کی گئی تھی، صرف کل سے گولہ باری شروع کی ہے۔ اس تو پچانہ کی تعمیر میں بے انتہا مصائب کا سامنا ہوا اور جنگی کارروائیوں میں تعویق بھی ہو گئی۔ پہلے پہل اسے قدسیہ بلغ میں نصب کرنے کا ارادہ تھا۔ جہاں وہ زیادہ حفاظت میں اور سرخس کے ساتھ تیار ہو سکتا تھا۔ مگر اس کے اور فصیل کے درمیان نئی ڈھواں پل حاصل نظر آئیں جو کسی نقشہ میں بیج نہ تھیں اور اسلئے، سامنے کی جانب بہت سی زمین کو بھی ایسے فاصلہ سے درست کرنا پڑا۔ جہاں مزدوروں پر بہت شد و مد سے آتش بازی ہوتی رہی۔ بیڑی (تو پچانہ) مکمل سے پہر تک تیار نہ ہو سکی اور اب وہ پانی کے برج اور درمیان دیوار کے خلاف استعمال کی جا رہی ہے۔ لیکن یہ کام سخت محنت اور جانفشانی کا ہے۔ ہر شخص کو کپتان نیگن کی موت کا انوس ستہ جن کے بیڑی چلنے کے تھوڑی سی دیر بعد سر میں گولی لگی۔ وہ حد سے زیادہ شجاع اور دلیر تھے۔ اور خطرہ میں خود کو ڈالنے سے روکے نہیں جاسکتے تھے۔ گولی لگتے وقت اُن کا نصف جسم خندق کے باہر تھا اور وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ نشانہ بازی کہاں سے کی جائے جن خطرات اور دشواریوں پر قابو حاصل کیا گیا ہے۔ وہ سخت خوفناک ہیں۔ تو پچانہ کے افسروں کو آرام کرنے کا ذرا سا بھی موقع نہیں ملا اور جب سے تو پچانہ نے مصروف جنگ ہوئے ہیں وہ شب و روز کام میں لگے ہوئے ہیں۔ شہر کی براہ راست آتش بازی میں معتد بہ کمی آگئی ہے۔ لیکن دشمن غیر متوقع مواقع پر جدید توپیں چڑھانے میں بڑا مہر اور ہوشیاری معلوم ہونا ہی لاوارادہ اس میدان سے جو ہماری دائیں جانب واقع ہے خوفناک قسم کی تباہ کرنے والی آتش بازی کر رہا ہے۔ اور ہماری بائیں جانب دسیا کی طرف سے دو توپوں کے ذریعہ بھی اس کی

گولہ باری ہمنویز جاری ہے۔ سلیم گڑھ بھی ہماری تمام مغربی بیڑیوں پر گولے اور بم پھینک سکتا ہے۔ ان تمام وقتوں کے باوجود ہماری کارروائیاں ترقی کر رہی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد کل یا پرسوں شروع ہو جائیگا۔ کسانڈنک افسروں کو کل ہدایات مل گئیں۔ تمام مقامات پر حفاظتی تدابیر کا پورا پورا انتظام کر لیا گیا ہے۔ صرف باہر نکلیں ان کے اچانک حملوں کی روک تھام کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ اور وہ ان حملوں کا (کچھ بھی) انتظام نہیں کر سکتی۔ محصور فوج میں سے سپاہیوں کے فرار ہو جانے کے متعلق مجھے کوئی باوثوق اطلاع نہیں ملی ہے۔ محاصرہ بچوں کا کھیل نہیں ہے لیکن کوئی قوت ہماری افواج کی جانباً زندہ بہادری میں مزاحم نہیں ہو سکتی اور تمام امور کا لحاظ کرتے ہوئے ہمارے نقصانات بھاری نہیں خیال کئے جاسکتے۔ بعض افسروں کے نام ادھر بیان کر دئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ حسب ذیل نقصانات ہوئے ہیں۔

نہی

میجر کیمیل	تو بچانہ
لشٹنٹ ارل	"
" گلپی	"
چانسلر	۵۷ دین
رینڈل	۵۹ دین ٹوی ہیل فوج
لاگ ہارٹ	لا
ایٹن	۶۰ دین رائفلز

مجھے اور کسی کا نام یاد نہیں آتا۔ ویم ایڈورڈز فتح گڑھ کے قریب کسی گاؤں میں پر دین اور ان کے بال بچوں سمیت بحفاظت تمام زندہ ہیں۔ مجھے غریب باپ تھا۔ اہل کافوس ہے وہ اچھا آدمی تھا۔

شمال مغربی حصہ میں ہمارے پاس اسلحہ کم رہ گئے ہیں۔ مسٹر کالون مجیشیں میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے موقع ملنے ہی چلے جانے کا ارادہ مضمم کر لیا ہے اور میں اپنے نظام کو کلی طور پر از سر نو مرتب کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا آئی پی گرانٹ اگر کنٹرول اعمال کے ہاتھ مضبوط کرینگے یا نہیں۔ میرے آدمیوں نے بسا اوقات مسز بائرن کا ذکر کیا ہے، اور وہ ان کی خیریت مزاج معلوم کرنے کے ہر وقت شایق رہتے ہیں۔

مجھے یقین کیجئے آپ کا صادق
ایچ۔ ایچ۔ گریٹ ہیڈ۔

مرتبہ نمبر ۱۲ جسے ہنری گریٹ ہیڈ مشیر سیاسی متعینہ افواج نزد دہلی نے
جارج کاننگ بارن کے نام ۱۶ ستمبر ۱۹۰۵ء کو ارسال کیا۔

دہلی - ۱۶ ستمبر
مافی ڈیر بارنس۔

میں نے لڈلوکیل کی بندی سے ہلہ کا مشاہدہ کیا۔ میں نہیں خیال کر سکتا کہ کوئی
شخص زیادہ عرصہ تک ان چند لمحات کی پریشانی کو برداشت کر سکتا ہے جو دستہ کے
سرداروں کے غائب ہونے اور اس کے شکاف تک پہنچنے کے لئے گزرنے ضروری ہیں
جو آتشباری فصیلوں سے پانی کے برج دسے سورخ کے خلاف کی جا رہی تھی وہ ایسی
مشہدہ تھی کہ صرف دوسٹرھیاں کھائی (خندق) تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکیں
میرے بھائی دہلی توپخانہ سے اس شکاف تک جاتے جاتے زخمی ہو گئے۔ گولی انکے
دائیں منہلی سے گزر کر سینہ کے پار تر گئی۔ دوسرے بھائی حملہ کے تمام خطرات برداشت
کرنے کے بعد بچ گئے اور خدا کا شکر کہ وہ اب بالکل تندرست و توانا ہیں۔ کشمیری دروازہ
کی فصیل کے سورخ تک سیر بھی لگا کر پہنچے اور دروازہ کو بارود کے ذریعہ اڑا دیئے اور

۱۷ ستمبر کالون ۱۶ ستمبر کو انتقال کر چکے تھے۔ ۱۷ ستمبر کو ڈیر بارنس گریٹ ہیڈ رائل انجینیئرز آئیندہ

اندر داخل ہو جانے کی کارروائی بہت کامیاب طریقہ سے عمل میں آئی۔ یہ سب کچھ دن دہاڑے ہوا، نکلن کا دستہ فضیلوں کے گرد اگر دناخت کرتا ہوا لاہوری دروازہ کے برج تک پہنچ گیا۔ وہ زخمی ہو گئے۔ سامان جنگ میں کمی ہو گئی اور انہوں (باغیوں) نے پلٹ کر پھر کابلی دروازہ پر حملہ کر دیا۔ کرنل کیپل کا دستہ جو جانباز اور بہادر لشکری کی زیر کمان تھا۔ نہایت شاندار طریقہ سے جامع مسجد پہنچ گیا۔ ان کا انجینیئر افسر گولی کھا کر مارا گیا۔ اور ریت کے تھیلے پیچھے رہ گئے۔

ادوائی ٹینڈی اور براؤں (انجینیئر) کے ماتحت بیچے گئے اول الزکر مقتول اور مؤخر الذکر زخمی ہو گئے۔ لاہوری دروازہ والے حصہ سے کوئی امداد نہیں آئی اور اس لئے کیپل کو پسپا ہونا پڑا۔ پہلے بیگم کے باغ کی جانب جسے وہ ایک گھنٹہ تک اپنے قبضہ میں رکھ سکے اور زلاں بعد گرجا کے احاطہ میں۔ یہ ایک نازک موقع تھا۔ ہمارے سپاہی تھک کر چور ہو گئے تھے۔ بہت سے افسر ناکارہ ہو گئے تھے اور گھبراہٹ بہت زیادہ پھیل گئی تھی اور یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ریڈ کا دستہ کشن گنج پر قبضہ کرنے میں بالکل ناکام رہا۔ توپیں لائی گئیں اور بڑے بڑے بازاروں کی جانب موڑ دی گئیں اور اس طرح پانڈے کا آخری موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا۔

افسوس ہے کہ جنوں کی فوجیں جب سے اپنے پہاڑی مقامات سے نکلی ہیں، نہ صرف بالکل ناکام رہیں بلکہ کشن گنج میں پانڈوں کے مقابلہ میں ان کے ہاتھ سے ۴۴ توپیں بھی جاتی رہیں۔ اور اس کی وجہ سے انہوں نے ریڈ کے بازوؤں کو خطرے میں ڈال دیا۔ اگرچہ خبر صحیح ہے تو دیوان صاحب ہی نے فرار ہوتے میں سبقت کی تھی جیند کی پیدل فوج کی کارگزاری بہت اچھی رہی۔ آج ہماری پوزیشن (حالت) میں

(تقریباً نوٹ صفحہ ۲۸) جو دوسرے دستہ سے متعلق تھے۔ سہ لفٹنٹ کرنل ایڈورڈ گریٹ ہیڈ جوائنٹوں پلٹن اور دوسرے دستہ کے ایک حصہ کے کمانڈر تھے بعد میں وہ تعاقب کرنے والے دستہ کے کمانڈر مقرر ہوئے۔

بہت کچھ ترقی ہوئی ہے۔ میگزین پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ اور اب ہمارا تبصرہ کابلی دروازہ سے لیکر نہر کے برابر اس فوج کی چوکیوں تک وسیع ہو گیا ہو۔ جو میگزین پر قابض ہے شہر کے اس سارے حصہ کو باشندوں نے خالی کر دیا ہے اور (اس لئے) وہاں سے جو روپیہ پیسہ مل سکیگا اپنے قبضہ میں لے لیا جائیگا۔ پانڈیوں کی ایک معقول تعداد مقتول ہوئی اور میرا خیال ہے کہ بہت ہی کم لوگ بچنے پاسے ہیں۔ لیکن کسی عورت کو دیدہ و دانستہ ایذا انہیں پہنچائی گئی۔

یکمپ کی حفاظت کیشن گنج کی ناکامی سے ایک حد تک خطرہ میں پڑ گئی تھی اس پر حملہ کا اندیشہ تھا مگر ہوا نہیں۔ سلیم گدہ اور شاہی محل پر گولے برسائے جا رہے ہیں میرا خیال ہے کہ کامل کامیابی یقینی ہے۔ ہماری فوج میں مقتول و مجروح دونوں کا شمار ۱۰۰ سے کم ہو گا۔ نکلسن کی جان کا سخت اندیشہ ہے۔ انکے نقصان کی تلافی نامکن ہے۔ کرنیل کیبل (۵۲ دیں) بھی ناقابل ہو گئے ہیں۔ پورے کرنل جوہر گئے ہیں ان کے یونام ہیں۔ لائٹ فیلڈ (۹۰ دیں) جونز (۶۱ دیں) ڈینس (۵۲ دیں) جنرل ولسن کی بہت کچھ ہمت افزائی کی گئی ہے۔

مسٹر کالوں ۹ دین کو انتقال کر گئے۔

مسٹر ریڈ نے سینئر سولین ہونے کی حیثیت سے اس امر کے متعلق ایک غیر معمولی سرکاری گزٹ شائع کیا ہے کہ انہوں نے شمال مغربی صوبجات کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ برتریا کے پاس اس کے علاقہ کی وسعت کے مساوی سلطنت موجود ہے۔

آپ کا۔ ایچ۔ گریٹ ہیڈ

۱۲ ستمبر کو انتقال کر گئے ۱۲
۱۲ ستمبر کو انتقال کر گئے ۱۲
۱۲ ستمبر کو انتقال کر گئے ۱۲

جسے سر جان لارنس چیف کشتہ پنجاب کے جاج کا رنگ بارش
مراسلہ نمبر ۱۳ کے نام ۱۱ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو ارسال کیا۔

لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۸۵۷ء
مائی ڈیر بارش۔

آپ نے جو پچاس روپے ڈاک بنگلہ میں اس غریب لڑکی کو دے گئے میں انہیں
آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہوں مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا۔ مجھے اسید ہے کہ وہ اپنی
منزل مقصود تک بجاظمت تمام پہنچ گئی ہوگی۔ میں نے ساندرس کو لکھ دیا ہے کہ (موافق)
رجب علی صاحب کو بھیجیں جو غریب اپنی خدمات کے باوجود عجیب نرغہ میں پھنس گئے ہیں
مجھ ملول کو پنجاب میں واپس بلا لینے سے خوشی ہوگی اور وہاں میں انکے فوائد کا
خاص خیال رکھوں گا۔

طوفان ختم ہو گیا اور ہمیں سانس لینے کی فرصت ملی اور جب میں گزشتہ
واقعات پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ہم لوگ کس طرح سے
اتک جوں کے توں زندہ موجود ہیں۔ صرف خدا تعالیٰ کے رحم کی وجہ سے ہم زندہ بچے
ہیں۔ یقیناً یہ بات ہماری توقعات سے زیادہ نکلی کہ تمام پنجابی پلٹیں و قوادریں ہزارہ
کے بارہ میں مجھے ابھی اطمینان نہیں ہوا۔ مری میں بھی اہم معاملہ رونما ہونے ہونے والا
تھا اور جیسی کہ میں نے توقع کی تھی معاملات ابھی تک پورے طور پر طے نہیں ہوئے
میں پٹنہ میں ایک اور فوج پہنچ رہا ہوں اور اس فوج کو ہٹا دینا چاہتا ہوں جو لدھیانہ
میں ابھی بھرتی کی گئی ہے۔ گولنیر میں بدانتظامی پھیلی ہوئی ہے۔ اور جنگل بہت گہنا ہے
اور باغیوں کو بڑی آسانی سے وہاں جائے پناہ مل سکتی ہے۔ جان پٹیں جنہوں نے
فوج کی کمان کی تھی سخت بزدلے نکلے۔ اس لئے کہ جب بد معاش ان کے قبضہ میں تھے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰) مصنف مراسلہ ہذا، ہیفہ میں مبتلا ہو نیکے تین دن بعد ۱۱ اکتوبر کو اسی مرض میں انتقال کر گئے

وہ ان کا کچھ بھی نہ کر سکے۔ اب انہیں بخار چڑھ آیا۔ لہذا انہیں بالضرور واپس آجانا چاہئے کہ پھر کہیں میں امید کر سکتا ہوں کہ سارے معاملات ٹھیک ٹھیک طے ہو سکیں گے۔

سکھوں کی ان دو پلٹنوں کا کیا حشر ہوا جنہیں رکش نے بھرتی کیا تھا؟ مجھے امید ہے کہ انہیں چھوڑ نہ دیا گیا ہوگا۔

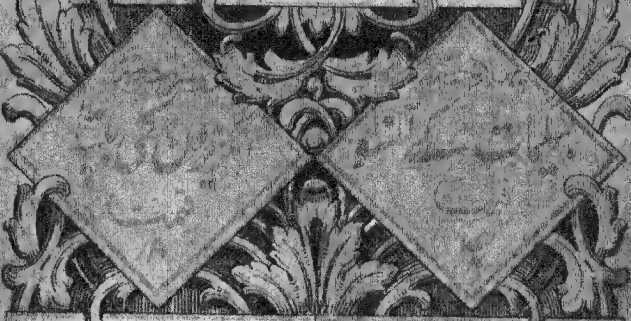
جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں لوگوں کی ضرورت سے زیادہ تعریف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اب مجھے اپنی غلطی معلوم ہو گئی ہے لیکن جو کچھ بھی میں کہتا ہوں اس سے میری مراد بھی وہی ہو ا کرتی ہے اور میری رائے میں تو آپ نے بہت اچھا کیا کہ ڈویژن کو دائیں جانب رکھا اور فوج کو امدادی۔ آگ کی چوکی سخت نظرہ میں تھی۔ پٹیل، ناہجہ اور جینڈ کے لئے جو انفامات ہیں تجویز کرنے چاہئیں۔ ان پر ذرا اپنے ذہن میں غور و خوض کر لیجئے۔ انہیں بالضرور انعام و اکرام دینا چاہئے۔ اگر وہ وفاداری نہ کرتے تو ہم کہاں کے رہتے۔

اپ کا صادق
جان لارنس

۱۵۔ جی۔ ایچ۔ ایم۔ رکش ڈپٹی کمانڈر لدھیانہ۔

مسٹر۔ ذاب صاحب ججھر۔ اور رئیس دادری (جنہیں بدعات کرنے کا الزام تھا۔ ضبط شدہ جاگیرین ان تینوں میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔

غدر دہلی کے افسانوں کے آئینہ



<p>جو قتل حصہ</p> <p>محاصرہ دہلی</p> <p>بہادر شاہ کا مقصد</p> <p>قیمت ۴</p>	<p>نیشنل حصہ</p> <p>محاصرہ دہلی</p> <p>قیمت ۴</p>
---	---



<p>اٹھواں حصہ</p> <p>دہلی کی جنگ</p> <p>قیمت ۴</p>	<p>سولہواں حصہ</p> <p>غالب کار و زنا میہ غدر</p> <p>قیمت ۱۲</p>
--	---

آئینوں جیسوں کی مجموعی قیمت سات روپے آٹھ آنے والے کابینہ حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی

